پندرہ روزہ

۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء مطابق
۳۰ رجب ۱۳۸۵ھ

تعمیر حیات

ترجمان
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

چندہ سالانہ
سات روپئے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی
سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، گہری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے قیمت مجلد ۲ روپیہ

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ و ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جب جگہ وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ
حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح عمری، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت ۱۲/

العقیدۃ السنیۃ

از مولانا محمد اویس صاحب نگرامی ندوی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ کتاب شاہ ولی اللہ کے رسالہ العقیدۃ الحسنۃ کی شرح ہے، اس کتاب میں نازک اور پیچیدہ مسائل اس طرح آسان اور واضح کر دیئے گئے ہیں کہ طلباء تھوڑی سی محنت سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں، مولانا نے اس سلسلہ میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور بعض دوسرے ائمہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مدارس عربیہ کیلئے ایک بیش بہا کتاب، طلبہ اور اہل علم کیلئے بہترین تحفہ۔

قیمت ۵۰/

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

از: سید محمد الحسنی، مدیر "البعث الاسلامی" و "تعمیر حیات"

پیش نظر کتاب میں مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ بانی ندوۃ العلماء کی سیرت اور انکی شخصیت کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ندوۃ العلماء جیسی تاریخی اور انقلابی تحریک کا قیام، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا شاندار دور نظامت، سلوک و تربیت اور عمومی بیعت و اصلاح کے ذکر کے ساتھ ساتھ ردِّ عیسائیت، بہار میں فتنۂ قادیانیت کے استیصال پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی سیرت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی مختصر تاریخ بھی نظروں کے سامنے آجائے، کتاب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے مقدمہ سے مزین ہے!

تمرین الصرف ○ تمرین النحو

جب سے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں انکے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر ابتدائی کلاسوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو چھپ گئی ہیں، یہ کتابیں دار العلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفٰے ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔ قیمت بالترتیب ۱۲/ ، ۱۱/

مسئلہ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے! قیمت: ۲ روپئے ۲۵ نئے پیسے

پندرہ روزہ ۱۵

تعمیرِ حیات
لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۳۰ رجب ۱۳۸۵ھ
مطابق
۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء

جلد ۳

شمارہ ۲

اس دائرہ میں سرخ نشان
اس بات کی علامت ہے
کہ آپکا چندہ ختم ہوگیا، اب آپ سالانہ
چندہ بذریعہ منی آرڈر علماء ارسال فرماکر
مشکور فرمائیں، خاموشی کی صورت میں آئندہ
شمارہ بذریعہ وی پی کیا جائیگا جسکا وصول
کرنا آپکا اخلاقی فرض ہوگا
"منیجر"

ذاتی تعلق، ذاتی محنت، اور جذبۂ خدا طلبی

ان تین چیزوں کے بغیر منزلِ مقصود تک رسائی بہت مشکل ہے

طلبہ کے سالانہ الوداعی جلسہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز طلباء!

مشرقی تہذیب میں بہت قدیم زمانہ سے یہ رسم چلی آرہی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دور دراز سفر پر روانہ ہوتا ہے یا ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے تو اسوقت اپنے کسی بڑے مخلص یا تجربہ کار سے کچھ نصیحتیں اور کچھ وصیتیں سننا چاہتا ہے، جو اس نے اپنی زندگی کے تجربات سے حاصل کی ہیں اس لحاظ سے اس وقت آپ کی یہ خواہش درست اور صحیح ہے، میں ہوتا یا میری جگہ پر کوئی اور شخص وہ آپ کو اس موقع پر کچھ ایسی باتیں بتاتا جن کو اپنا کر آپ کامیابی کی منزل کی طرف بڑھ سکتے اور آئندہ زندگی میں لائحہ عمل کے طور پر کام میں لاتے۔ لیکن میرے عزیزو! آج میں اپنے ان عزیزوں سے کیا کیا کہوں اور کن کن چیزوں کی طرف توجہ دلاؤں، بہرحال اس وقت میں مختصر طور پر کچھ کہوں گا، اگرچہ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ بسم اللہ کے عدد کو نکالکر سوئے ادب سے بچنے کے لئے شروع میں لکھدیا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ جو برکت بسم اللہ کے اندر ہے وہ ۷۸۶ سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ پوری کتاب سے چند سطریں لکھدی جائیں اور اس کو مختصر کرکے پیش کردیا جائے لیکن جس طرح سے میں نے ابھی عرض کیا کہ بسم اللہ کی جگہ ۷۸۶ کا عدد نہیں لے سکتا اسی طرح سے کتاب اور مضمون کی جگہ اس کی چند سطریں نہیں لے سکتی ہیں، پھر بھی مختصراً میں تین باتیں کہوں گا، اگر آپ سننا چاہتے ہیں تو ان کو لوح دل پر ثبت کرلیں اور دل و دماغ کے امانت خانہ میں اچھی طرح محفوظ کرلیں۔ اس سلسلے میں انسان کے لئے جو سب سے زیادہ مفید اور سب سے زیادہ قابل اعتماد چیز ہو سکتی ہے وہ اسکے ذاتی تجربات ہوتے ہیں جن میں کم سے کم شبہ کا امکان ہوتا ہے اسلئے اسوقت میں خود اپنے ہی تجربات آپ کے سامنے پیش کرونگا۔

> ۲۵ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۶۵ء کو بعد نماز ظہر جمالیہ ہال میں طلباء کی طرف سے اس سال فارغ ہونے والے طلبہ کے اعزاز میں الوداعی جلسہ منعقد ہوا جسمیں جانیوالے طلبہ نے اپنے تأثرات پیش کئے۔ اخیر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء نے مختصر طور پر چند کلمات ارشاد فرمائے جو ہدیہ ناظرین ہے محمد حمید اللہ مارووی، عبدالعلیم بستوی کے ہم شکرگذار ہیں کہ انہوں نے تقریر کو قلمبند کیا۔
>
> ("مدیر")

پہلی چیز وہ ذاتی تعلق ہے جو مجھے اپنے اساتذہ سے ہمیشہ رہا، وہ تعلق نہیں جو ضابطہ کی خانہ پری کے لئے ہو، بلکہ وہ تعلق جو شب و روز کا تھا، اس تعلق کو میرے مخلص اساتذہ بھی محسوس کرتے تھے اور میں بھی اسکو محسوس کرتا تھا، یہ وہ پہلی چیز ہے، جس نے مجھے بہت نفع پہونچایا اور میں نے جو کچھ حاصل کیا وہ اسی کا صلہ ہے۔ ...... خوش قسمتی سے میری تعلیم کا نظام کچھ ایسا رہا کہ اساتذہ کی تعداد کم تھی اور اس وجہ سے ان کی قدر کرنے اور ان سے خصوصی تعلق رکھنے کے مواقع زیادہ تھے،

ایک طالب علم کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ اسکا رجحان جس فن کی طرف ہو اس کے ماہر اور متخصص کے پاس رہ کر اس سے وہ اپنی صلاحیت کے مطابق استفادہ کرے بغیر اس کے ربط کے وہ زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اگر آپ ادیب بننا چاہتے ہیں تو اس کی پیروی کریں جسکا ادب آپ کے لئے زیادہ نفع بخش اور مفید ہو، اسی طریقہ سے اگر آپ کو تفسیر یا کسی اور فن سے لگاؤ ہے تو اس کے ماہر استاذ سے اپنا خصوصی ربط قائم رکھیں، اب آپ کے سامنے میں وہ چند باتیں پیش کرتا ہوں جنکی رہنمائی اور روشنی میں آپ اپنے سفر زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا ابوالعرفان ندوی، قائمقام مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دارالعلوم ندوۃ العلماء

منیجر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مضامین وغیرہ کے لئے خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے
ایڈیٹر "تعمیر حیات" شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قابلِ توجہ

تعمیر حیات کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے
تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہوسکیں،
اس لئے
اہل استطاعت حضرات سے پُرزور گذارش ہے کہ حسبِ ذیل مندرجہ
عطیات عطا فرماکر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت اور ادارہ کی
اعانت میں حصہ لیں!

معاونین خصوصی سے ——— 200-00
معاونین سے ——— 100-00 / 50-00
اعزازی خریداران سے ——— 25-00

باکستان میں چندہ جمع کرنیکا پتہ
مولانا حکیم نصیر الدین صاحب ندوی
فرئیر روڈ کراچی
(مغربی باکستان)

تاریخ دعوت و عزیمت (حصہ سوم)

از — مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

- سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
- حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رح
- سوانح حیات • صفات و کمالات • تجدیدی و اصلاحی کارنامے
- تلامذہ و منتسبین و مسترشدین کا تذکرہ و تعارف،

ابتدائے ہندوستان میں تبلیغ اسلام اور خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح اور ان کے جانشینوں کا تذکرہ!

قیمت: مجلد مع گردپوش چھ روپے
غیر مجلد پانچ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش

- مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش کی مستند تاریخ
- مغربیت کے رجحان کے آغاز و ارتقاء کی کہانی
- مختلف ممالک میں تجدد کی تحریکوں کا تاریخی جائزہ
- ان کے اسباب و محرکات اور ان کا علاج
- مغربی تہذیب کے بارے میں مسلم ممالک کے صحیح رویہ کا تعین
- عصر حاضر میں ان کے کردار و پیغام کی تشریح

تالیف: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کاغذ اعلیٰ، طباعت فوٹو آفسٹ، مجلد، قیمت پانچ روپے

ناشر: مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

(۱) سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اپنے زندگی کیلئے ایک شخصیت کا انتخاب کرلیں، یہ حقیقت ہے کہ چراغ چراغ سے جلتا ہے اور دیا دیا سے، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کوئی بھی مخلص بندہ آپ کو کہیں مل جائے تو اس کو آپ اپنا رہنما ان کرانی زندگی کی نئی تعمیر کریں، اس میں آپ کو پورا پورا اختیار ہے کہ جس کو چاہیں اور جہاں چاہیں ایشیا یا ایشیا سے باہر دنیا کے کسی گوشہ میں آپ اس کو دریافت کرلیں .... بلکہ میں آگے بڑھکر یہاں تک کہتا ہوں کہ زندوں میں آپ کو کوئی ایسا نظر نہ آئے تو ماضی کی شخصیتوں میں اس کو تلاش کیجئے اور جہاں کہیں یہ بندۂ خدا آپ کو ملے، اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدیجئے اور کچھ دنوں تک اس کی ہر چیز کو اپنے اندر منتقل کرنے کی کوشش کیجئے، انسان میں یہ صفت بہت نمایاں طور پر ہے کہ وہ جس چیز کو چاہتا ہے اس کو نقل کرلیتا ہے۔ آپ اس کی ہر چیز کی نقل اتارئیے، اسکے بعد آپ بڑے ہوسکتے ہیں۔ آپ اس سے آگے بھی نکل سکتے ہیں اور ایسی جگہ بھی پہونچ سکتے ہیں جہاں آپ کو اس تعلق کی ضرورت نہ ہوگی — اگرچہ یہ بات بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

دوسری بات جو آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ آپ تاریخ کی شخصیتوں میں سے جسکا بھی نام لیں، جب آپ اس کی سیرت کا مطالعہ کریں گے، اس کی زندگی کی تہ تک جانیکی کوشش کریں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے والی سب سے اہم اور بنیادی چیز اس کی ذاتی محنت اس کی فکر و لگن، مقصد کی دھن اور اس کی تڑپ تھی اسکے بغیر اگر اساتذہ چاہیں یا عظیم الشان ادارے اس کے لئے کوشش کریں کسی کے بس میں کچھ نہیں ہے، جو بھی بنا ہے وہ اپنی ذاتی محنت اور جد و جہد سے بنا ہے۔ یقینا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اساتذہ کی رہنمائی بھی ضروری ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہے تو پھر اپنی ذاتی محنت سے انسان اپنے آپ کو سب کچھ بنا سکتا ہے۔

تیسری بات جو آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت اس چیز کی فکر کرنی چاہیئے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور جو چیز اس کو حقیقت میں کام آنے والی ہے وہ آخرت کی فکر خدا کی مرضی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ ہے۔ اگر انسان کے اندر یہ چیز نہیں ہے تو خواہ وہ بڑے سے بڑا ادیب ہو، بہت بڑا مقرر و خطیب ہو، یا بہت بڑا مفسر و فقیہ ہو، اس دولت سے محروم ہی رہے گا، یہ ممکن ہے تھوڑی دیر کے لئے کچھ واہ واہ اور کچھ ناموری اور کچھ داد و تحسین حاصل کرلے مگر آگے اس کا کچھ حصہ نہیں، حقیقت میں جو چیز کام آنے والی ہے وہ خشیت الٰہی ہے وہ آخرت کی فکر ہے، وہ اللہ کی مرضی کی تلاش ہے، ایک مرتبہ مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی نے ایک طالب علم سے پوچھا تم کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا۔ "قاضی مبارک" ارشاد ہوا۔ "استغفراللہ" نعوذ باللہ قاضی مبارک پڑھتے ہو اس سے حاصل؟

ہم نے فرض کیا کہ تم منطق پڑھکر قاضی مبارک کے مثل ہوگئے پھر کیا؟ قاضی مبارک کی قبر پر جاکر دیکھو کیا حال ہے اور ایک بے علم کی قبر پر جاؤ جس کو خدا سے نسبت تھی اس پر کیسے انوار و برکات ہیں؟"

میں نے مانا کہ آپ بڑے ادیب و انشاپرداز بن جائیں (اگرچہ میں اس کا پرزور داعی ہوں اور میں نے اس سے بہت کام لیا ہے) لیکن یہ سب چیزیں اسی وقت کام آسکتی ہیں، جب ان سے مطلوب رضائے الٰہی ہو۔

لہٰذا میرے عزیزو ہر چیز پر اس کو مقدم رکھو اور اسی کو اپنا مقصد حیات بناؤ۔

۲۲ر نومبر کو مولانا مدظلہ نے مدرسہ ثانویہ کے تقسیم انعام کے جلسہ میں بچوں کو جو نصیحت کی وہ بھی مختصراً درج ذیل ہے —!

میرے عزیزو آج تم کو دیکھکر بڑی خوشی و مسرت ہو رہی ہے ایسی ہی جیسے کسی خاندان کے بڑے یا بزرگ کو اپنے چھوٹے بچوں کو دیکھکر خوشی ہوتی ہے، میں تمکو مبارکباد دیتا ہوں اور سب سے بڑی مبارکباد اس پر کہ تم نے محنت کرکے انعامات کا استحقاق پیدا کیا اور تمہارے اساتذہ اور تمہارے ہیڈ ماسٹر صاحب نے تم کو اسکا اہل سمجھا، ان انعامات کی قیمت بازار میں کچھ زیادہ نہیں ہے جو تمکو کتابوں اور دوسری چیزوں کی صورت میں ملے ہیں بلکہ اس لحاظ سے انعامات بہت قیمتی ہیں کہ اس وقت جبکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں یہ کہکر دئے جا رہے ہیں کہ ہمارے ان بچوں نے مختلف چیزوں میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔

آج مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جو چیزیں ہم نے اپنے بچپن میں بطور انعام حاصل کی وہ بچپن کی بے خیالی میں ضائع ہو گئیں اب میں تمکو نصیحت بلکہ وصیت کرتا ہوں انکو بہت اچھی طرح اور حفاظت سے رکھنا آج میں نے تمہاری تقریریں سنیں تمہاری تقریریں ریکارڈ کی گئی ہیں، یہ تقریریں تمہاری عمر اور تمہاری استعداد کے لحاظ سے بڑی غنیمت اور بہت اچھی ہیں اور ایک اچھے مستقبل کی پیشینگوئی کرتی ہیں مگر جی یہ چاہتا ہے کی یہ تقریریں اور زیادہ بے تکلف اور سادہ ہوں کیونکہ اچھی تقریر وہی ہوتی ہے جو زیادہ سے زیادہ سادہ اور بے تکلف ہو، یقینا تمہاری تقریریں قابل مبارکباد ہیں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے اساتذہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہیں اب چند باتیں تم سے کہنا چاہتا ہوں جو تمہارے کرنے کی ہیں،

پہلی بات یہ ہے کہ انسان جو کچھ بچپن میں سوچتا ہے بعینہٖ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی موقع پر پورا کردیتا ہے لہٰذا جو خیال کرو یا جو آرزو و تمنا کرو بہت سوچ سمجھ کر کرو ایسا نہ ہو کہ بعد میں تمہیں افسوس کرنا پڑے یہ بڑے تجربہ کی بات ہے بچپن کا خیال حقیقت بنکر سامنے آتا ہے ابھی سے تم یہ ارادہ کرو کہ تم اسلام کا نام روشن کروگے اللہ کا پیغام پہنچاؤگے، اسلام کے سچے اور مخلص داعی ہوگے ایسا نہ سوچو جیسے بعض بچے سوچتے ہیں کہ ہم ٹی ٹی آئی (T.T.I) بنینگے اور مفت سفر کیا کرینگے یا ہم تھانیدار یا اسی طرح کی اور بہت سی باتیں یہ باتیں بری نہیں ہیں بلکہ تمکو اس سے بھی اونچا سوچنا چاہیئے اسکا یہ مطلب نہیں کہ تم ٹی ٹی آئی کے بجائے گارڈ بننے کیلئے سوچنے لگو یا تھانیدار کے بجائے ایس پی (S. P.) بلکہ اللہ تعالیٰ کو بچپن کی کچھ معصومیت اتنی پسند ہے کہ اسوقت بچہ جو سوچتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو پورا کرتا ہے، تم اونچے سے اونچا ارادہ کرو اور اچھی سے اچھی آرزو کرو اور تم یہ آرزو کرو کہ اللہ نے جو پیغمبروں سے کام لیا وہ ہم کرینگے اللہ کے ولی اور دوست بنینگے ہم بہت بڑے عالم و فاضل بنیں گے اور اللہ کے بندوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچائینگے، دیکھو انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ سب کچھ بن سکتا ہے فرشتہ بلکہ فرشتہ سے بھی بڑھ سکتا ہے اسلئے کہ انسان میں بہت سی وہ صلاحیتیں ہیں جو فرشتوں میں نہیں ہیں، جب معاملہ یہ ہے کہ آدمی بہت کچھ بن سکتا ہے اور بہت بڑا بن سکتا ہے تو تم چھوٹی اور گری پڑی آرزوئیں کیوں کرو تم ہمیشہ یہ آرزو کرو کہ اللہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کرنیکی توفیق عطا فرمائے اور تم سے وہ کام لے جس کی زمانہ کو ضرورت ہے، ہماری آرزو تم سے یہی ہے اور ہماری تمنا اور خواہش بھی یہی ہے۔ آمین۔

قرآن کا پیغام

مولانا محمد اویس صاحب ندوی

دنیا کی فانی لذتوں، وقتی مسرتوں اور ناپائیدار راحتوں نے کتنے انسانوں کو زندگی کی حقیقی خوشیوں سے محروم کیا ہے؟ محض دکھاوے کی عزت و طاقت کے فریب میں مبتلا ہوکر آدم کی کتنی اولاد عزت دوام اور عیش مدام کی نعمتوں سے دور جا پڑی ہے؟ قرآن مجید نے انسانی کمزوریوں کی بالکل صحیح تشخیص کی ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ — کوئی نہیں، پر تم چاہتے ہو
الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ — جو جلد، اور چھوڑتے ہو
الْآخِرَةَ — (قیامہ) — دیر میں آئے۔

بے شبہ بدقسمت انسان جب بھی راہ حق سے پھرا صداقت کا سررشتہ اس کے ہاتھ سے چھوٹا، عدل و انصاف کا اس نے خون کیا، اخلاق فاضلہ سے اس نے منہ موڑا، اور خدا کی زمین کو اس نے فتنہ و فساد کا مرکز بنایا، تو یہی "عاجلہ" کی محبت ان سب چیزوں کا باعث ہوئی، آج بھی موجودہ دنیا کی تمام ہنگامہ آرائیاں اسی مہلک بیماری کا نتیجہ ہیں!

اب سے بہت پہلے بنی اسرائیل میں قارون ایک متمول شخص تھا، جس کی دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ،

وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ — اور ہم نے دیئے اسکو خزانے
مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ — اتنے کہ اس کی کنجیاں اٹھانے
بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ — سے تھک جاتے تھے کئی مرد

اس تمول اور سرمایہ داری کو وہ خدا کا فضل اور عطیہ نہیں بلکہ اپنی ذاتی لیاقت، قابلیت اور ہنرمندی کا نتیجہ سمجھتا تھا، وہ کہتا تھا کہ:

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ — یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک
عِلْمٍ عِنْدِي — ہنر سے جو میرے پاس ہے
(قصص)

وہ دولت کے نشہ میں اس قدر چور تھا کہ اپنی قوم کو ذلیل سمجھتا اور اپنے کو ان کے مقابلہ میں بڑا سمجھتا تھا۔

فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ — سو وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا۔
(قصص)

ایک دن اپنی دولت و حشمت کے مظاہرے کے لئے خاص شان و شوکت، اور بڑی آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا،

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ — پھر وہ اپنی آرائش سے اپنی
فِي زِينَتِهِ — برادری کے سامنے نکلا۔
(قصص)

یہ موقع بڑی آزمائش کا تھا، دنیاوی مال و متاع کی کشش اور ظاہری شان و شکوہ کی دلربائی انسانی کمزوریوں پر فتح پانے کے لئے عجیب سج دھج سے سامنے آئی تھی، بالآخر بعض کمزور طبیعتیں اس زینت و آرائش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہیں اور قارون کے ظلم و ستم اسکے کفر و طغیان کو بھول بھلاکر کچھ لوگ پکار اٹھے،

قَالَ الَّذِينَ — کہنے لگے جو طالب تھے دنیا کی
يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ — زندگی کے، اے کاش ہم
الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا — کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو
مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ — بیشک اس کی بڑی قسمت
إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ — ہے۔ (قصص)

قارون کا یہ جاہ و جلال بعض آدمیوں کی نگاہوں میں کھپ گیا اور اس کو خوش اقبالی کی علامت سمجھتے ہوئے انھوں نے بھی اس کی تمنا کی، لیکن دنیا پختہ خیال، اور مضبوط ارادے کے لوگوں سے خالی نہیں ہے اس مجلس میں بھی اصحاب عزیمت اور اہل ہمت موجود تھے، انھوں نے فوراً کہا۔

وَقَالَ الَّذِينَ — اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ
أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ — اے خرابی تمہاری اللہ کا
ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ — دیا ثواب بہتر ہے ان کے
لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ — واسطے جو یقین لائے اور
صَالِحًا وَلَا يُلَقَّاهَا — کام کیا بھلا، اور یہ بات انھیں
إِلَّا الصَّابِرُونَ — کے دل میں پڑتی ہے جو سہنے
(قصص) — والے ہیں۔

ان خدا شناس آدمیوں کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ تم قارون کے اس تزک و احتشام اور اس کے خدم و حشم سے مرعوب کیوں ہوتے ہو یہ دنیا تو چند روزہ ہے، یہاں کا عروج یہاں کا سکون، اور یہاں کی عزت بھی چند روزہ ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اصل خوش قسمت وہ ہے جو آخرت کے ثواب سے سرفراز ہو مگر اس فانی دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینا، ہر شخص کی قسمت اور ہمت نہیں ہے یہ دولت انھیں کو ملتی ہے جو آخرت کی کامیابیوں اور وہاں کی شادمانیوں کی امید پر یہاں کی آزمائشوں کو برداشت کرنے میں، جو "عاجلہ" کے مقابلہ میں "آجلہ" کو محبوب رکھتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ جو آخرت کے یقین سے محروم ہے، وہاں کی نعمتوں کے بارے میں مشکوک یا ان سے غافل ہے وہ آج کے نقد کو کل کے لئے کیوں اٹھا رکھے گا؟ اس لئے اصل معاملہ آخرت کے یقین کا ہے۔

اس موقع پر قرآن مجید نے ان پاک باطنوں کے لئے ارشاد فرمایا۔

وَقَالَ الَّذِينَ — اور بولے جن کو ملی تھی
أُوتُوا الْعِلْمَ — سمجھ۔
(قصص)

معلوم ہوا کہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دینے کا عقیدہ رکھنے والے ہی قرآن کے نزدیک اہل علم ہیں اور جو آخرت کے یقین سے محروم اور وہاں کے لئے جد و جہد سے غافل ہیں وہ علم کی حقیقی دولت سے محروم ہیں!

مسلمان قرآن کے اصلی حامل اور اس کے خصوصی مخاطب ہیں، ان کو قرآن مجید کے اس بنیادی سوال پر غور کرنا چاہیئے کہ قابل ترجیح یہ فیصلہ دنیا ہے یا سدا بہار آخرت؟ ان کے سامنے دو راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک راستہ نمرود کا ہے ایک راستہ ابراہیم خلیل اللہ کا ہے؟ ایک راستہ فرعون، قارون، ہامان اور شداد کا ہے، اور دوسرا راستہ موسیٰ کلیم اللہ کا؟ ایک راستہ ابوجہل اور ابولہب کا ہے اور دوسرا راستہ حضرت محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا؟

ان دونوں راستوں میں وہ اپنے لئے کون راستہ تجویز کرتے ہیں؟ اگر وہ ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ اور محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو نمرود کے سامان خدائی، فرعون کے پرفریب دعوئ ربوبیت قارون اور شداد کے عارضی جاہ و حشم اور ابوجہل اور ابولہب کی دنیاپرستی کی راہ چھوڑنا پڑے گی، اور آخرت کی فلاح کو اپنا اصل مقصود بنانا پڑے گا۔

اگر پورے عزم کے ساتھ وہ ایک راستہ اختیار کریں گے تو دنیا کے اندر ہر صبح و شام کوئی نہ کوئی قارون

آخری قسط

سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم

مولانا مناظر احسن گیلانی رح

(تسلسل کیلئے گذشتہ قسطیں ملاحظہ ہوں)

باوجود اختصار کے میرا خیال ہے کہ ناظرین کا کافی وقت لے چکا ہوں، مجھے ابھی بہت کچھ کہنا تھا لیکن سیرت کے چھ سو بارہ صفحات میں سے صرف ۲۲۴ صفحوں تک کے مضامین کا انتخاب جب اتنی ضخامت اختیار کر چکا ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ کتاب کا تقریباً دو ثلث حصہ جو ابھی باقی رہ گیا ہے اس کی تلخیص کتنے صفحات پر ہوتی۔ اس وقت تو مرحوم سیرت نگار توفاہ اللہ بالابرار کے "خدمات جلیلہ" کے خاص پہلوؤں سے روشناس کرانا مقصود ہے، افسوس ہے کہ ان کی زندگی میں جس قدر وعظمت کے وہ مستحق تھے شاید ہم اپنا حق ادا نہ کر سکے' فرمایا بھی کرتے تھے کہ کتنی سر مغزیوں اور جانفشانیوں کے بعد تم لوگوں کے سامنے اپنے کلام کو پیش کرتا ہوں لیکن پڑھکر صرف زبانی داد دے کر چپ ہوجاتے ہو، غرض ان کی بھی تھی کہ ان کے کام کی قیمت پہچانی جائے، مدت ہوئی اسکی جلد کے متعلق ان کی فرمائش سے معارف میں فقیر نے چند نمبروں میں ایک مقالہ لکھا بھی تھا لیکن مجھے اعتراف کرنا چاہئے کہ ان کی کتاب کا حق نہ پہلے ہی ادا ہوسکا اور نہ آج تو مختلف وجوہ سے اتنا بھی نہ لکھ سکا جتنا پہلی دفعہ، جہاں تک میرا خیال ہے لکھ پایا تھا بدقسمتی دیکھئے کہ معارف کے وہ پرانے پرچے بھی وقت پر نہ ملے اب یاد نہیں۔ پا کہ اس میں کیا لکھا تھا۔ برسوں کی بات ہے۔ بایں ہمہ میں کہہ سکتا ہوں کہ گو سمندر ہے اچند قطرات ہی کے حاصل کرنے پر قناعت کی گئی ہے لیکن اسلام کے اخلاقی نظام کا جو خاکہ مرحوم ومغفور کے وسیع معلومات اور انکے غیر معمولی اجتہادی تاریخ کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے اس سے گو نہ ایک حد تک اس کا اندازہ تو ہو جائے کہ اس موضوع پر علماً وعملاً کوئی ایسا پہلو باقی نہیں رہ گیا ہے جسے اسلام نے تشنہ چھوڑ دیا ہو۔ نیز اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے موجودہ زمانہ تک جن چیزوں کی ضرورت ہے اس کا تو پتہ چل گیا ہوگا کہ اردو زبان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ سیرت جو مرتب ہوئی ہے سب پر حاوی ہے، اور یہ کیفیت کچھ اسی جلد کی نہیں ہے بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اول سے آخر تک جو کچھ بھی اس کتاب میں لکھا گیا ہے اسکو پڑھ کر پڑھنے والے یہ دعویٰ اگر کریں کہ

(۱) جو روایت اس کتاب میں درج ہوئی ہے اس کا اس کتاب میں اندراج ہی اس بات پر ضمانت ہے کہ قطعاً وہ کوئی بے سروپا افسانہ یا موضوع اور مختلف حکایت نہیں ہے۔

روایات کے اندراج میں کافی احتیاط سے کام لیا گیا ہے احتیاط کی یہ حد ہے کہ بجائے اصل کتابکے صحاح وغیرہ کی جو روایتیں کنز العمال سے اس کتاب میں نقل کی گئی ہیں۔

چاہا جاتا تو صاحب کنز العمال پر اعتماد کر کے براہ راست اصل کتابوں کا حوالہ دیدیا جاتا لیکن اس میں بھی تدلیس کا ایک رنگ تھا، سیرت نگار نے اس کو بھی پسند نہ کیا، جہاں کہیں کنز العمال یا اسی قسم کے دوسرے مجامیع سے کوئی چیز نقل کی ہے تو اس کا حوالہ دیدیا ہے۔

(۲) اس وقت تک خود مشرق میں یا مغرب میں بداندیشوں نے بداندیشیوں سے کام لیتے ہوئے اعتراض یا تنقید کے طور پر سیرت محمدیہ کے کسی پہلو کے متعلق جو کچھ بھی لکھا ہے، کوشش کی گئی ہے کہ ان تمام قدیم وجدید شکوک وشبہات کی تاریکیوں کا دلائل وبراہین کی روشنی میں ازالہ کیا جائے۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے، کوئی معقول سوال اس سلسلہ میں آپ کو نہیں ملیگا جس کا تشفی بخش جواب اس کتاب میں موجود نہ ہو۔

(۳) معلومات کی فراہمی میں سیرت کی عام کتابوں کے سوا صحاح اور صحاح کے علاوہ آثار واحادیث کے جو دوسرے معتبر مجموعے ہیں صرف ان ہی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے جس پہلو کے متعلق قرآن میں اجمالاً یا تفصیلاً جو کچھ بھی پایا جاتا ہے اہتمام کر کے التزاماً ہر باب میں قرآنی آیات سے آپ کو یہ کتاب جگمگاتی نظر آئے گی۔

(۴) معلومات کے لحاظ سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اب تک سیرت کی مطبوعہ کتابوں میں کوئی کتاب عربی وفارسی زبانوں میں بھی ایسی نہیں ہے جسے اس کتاب کے مقابلہ میں کوئی پیش کر سکتا ہے، حیرت ہوتی ہے کہ آج سے تیس بتیس سال بجز دو ایک مشہور کتابوں کے اردو زبان میں موجود شہیدی وسعیدی کے سے زیادہ کوئی سرمایہ سیرت نبویہ کے متعلق نہیں پایا جاتا تھا آج اسی زبان میں سیرت النبی کا سلیمانی ہیکل ان صوری ومعنوی شانوں کے ساتھ جگمگا رہا ہے، بلکہ انصاف سے اگر کام لیا جائے تو اسلامی تاریخ میں امتیازی نظر سے دیکھے جانیکی یہ کتاب بجا استحقاق رکھتی ہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ ابھی کن کن پہلوؤں پر مصنف مرحوم ارقام فرمانے کا مسودہ بنائے ہوئے تھے کیونکہ جلد ششم کو اپنی کتاب کی آخری جلد کی حیثیت سے انھوں نے پیش نہیں کیا تھا، مجھے معلوم نہیں کہ کوئی یادداشت یا مسودہ اس سلسلہ میں ان کا کہیں پایا جاتا ہے یا نہیں۔

کبھی کبھی ان کا جب ذکر آیا تو بہت سے جدید پہلوؤں کا ذکر کرتے تھے گویا کہتے تھے سے

گرچہ میرم عذر ما بپذیر
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

بہر حال خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جس کے متعلق قرآن تک ھم یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل کے لفظ ہی کو نہیں پاتے بلکہ سورہ آل عمران کی آیت میثاق سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کو خدا کی مرضیات سے آگاہ کرنے کے لئے جہاں کہیں جس زمانہ میں بھی حضرات انبیاء ورسل تشریف فرما ہوئے ان سب کو اذا جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ کا حکم فرمایا جاتا تھا اس بنیاد پر کہ خاتم النبیین کے سوا سارے انبیاء کے تعلیمات کا مصداق بننے کا حق کسی کو نہیں مل سکتا یہ سمجھا جاتا ہے کہ جانے بغیر ماننے کی صورت ہی کیا ہو سکتی ہے، مطلب جس کا یہی ہوا کہ اپنی ناسوتی پیدائش سے پیشتر آغاز انسانیت ہی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے جانے پہچانے تھے،

ظاہر ہے کہ جس کی سیرت پاک اسکی پیدائش سے پہلے ہی لوگ لکھتے چلے آتے ہوں اور اس کی نشر واشاعت میں مشغول ہوں اور پیدا ہونیکے بعد جن غیر معمولی دلچسپیوں کا طوفان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی حفاظت وتدوین کے متعلق دنیا میں آئندہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ساری انسانی تاریخ اس کی نظیر ومثال کے پیش کرنے سے عاجز ہے، ظاہر ہے کہ کلی احاطہ کا دعویٰ بھلا اتنے وسیع وعریض طویل وعمیق معنوں کے متعلق کیسے کیا جا سکتا ہے۔ یہ کام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے ہی انجام پاتا رہا اور آپکے پیدا ہونے کے بعد

بقیہ ص پر

دبی ہوئی چنگاریاں

مولانا سید محمد ثانی حسنی

روس کے ایک مشہور اخبار پراودا نے ایک ایسے واقعہ کا انکشاف کیا ہے جو اسلام کو تابندہ اور مسلمانوں کے اپنے مذہب ومسلک سے عشق وتعلق کو زندۂ جاوید بناتا ہے،

"ایک لڑکا جس کا نام ڈاوٹ اسلانوف تھا، وہ ینگ کمیونسٹ پارٹی کا ممبر تھا اور نویں درجہ میں تعلیم حاصل کرتا تھا لیکن خفیہ طریقہ سے وہ ایک ایسے اسلامی مرکز میں بھی جایا کرتا تھا جو خفیہ طور پر ایک دیہات کے قہوہ خانہ میں قائم تھا، اس نوجوان کے علاوہ چار جماعتیں اور تھیں جو نوجوانوں کی تھیں اور وہ سب کی سب گھنٹوں اس خفیہ مرکز میں وقت گذارتی تھیں، اور اسلامی تعلیم حاصل کرتی تھیں عربی پڑھتیں، مسائل سیکھتیں اور عبادت کرتیں، قرآن شریف کی آیتیں یاد کرتیں، ان کے پاس کچھ ایسے اشارے بھی تھے جن سے خطرہ کا احساس پیدا ہوتا، جہاں کسی خطرہ کے پیدا ہونے کا امکان ہوتا اشارہ دیدیا جاتا اور فوراً اسلامی اوراق اور کتابیں چھپادی جاتیں اور حاضرین چاء نوشی کرنے لگتے"

اسی مرکز میں وہ لڑکا بھی چند گھنٹوں کیلئے آتا اور ایمان ویقین کا سبق لیتا، اخبار اس کی ایمانی پختگی کو اس طرح سے لکھتا ہے۔

"ڈاوٹ اسلانوف بیمار ہوا، ڈاکٹر دیکھنے اور علاج کرنے آیا تو اس نے علاج سے صاف انکار کر دیا اور بولا کہ میں کسی ایسے ڈاکٹر کا علاج نہ کرونگا جو خدا پر یقین نہیں رکھتا اور الحاد وزندقہ کا شکار ہے، اور صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ مسلسل کافروں اور کمیونسٹوں کو برا بھلا کہتا رہا اور اس کی زبان پر یہ الفاظ برابر جاری رہے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے اسی کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے یہ کہتے کہتے اس نے جان دیدی، اس واقعہ نے کمیونسٹ اصول اور طاقت کی چول ہلادی۔"

ہر وہ شخص جس نے کمیونزم کا مطالعہ کیا ہے اور اسکے اصول اور تاریخ کو پڑھا ہے وہ جانتا ہے کہ کمیونزم اسلام کیلئے زہر قاتل ہے، کارل مارکس کی تعلیم اور لینن کی تربیت نے روس کو کس راہ پر لگایا اور پھر لینن کے جانشینوں نے اسلام کو ختم کرنے، مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے، اسلامی مراکز کو تباہ کرنے میں کس طرح اپنی فوج اور طاقت کو لگایا، مدارس کھولے تربیتی کیمپ قائم کئے، اسلامی تعلیم کو جرم قرار دیا اور ایک ایک اسلامی مکتب کو تالہ لگا دیا خصوصاً اپنی ساری قوت نوجوان مسلمانوں پر لگادی، دیکھتے دیکھتے کایا پلٹ ہوگئی وہ جمہوریتیں جو خالص مسلمانوں کی تھیں وہ بھی کمیونزم کی آگ میں جھلسنے لگیں اور چند برسوں میں اسلام کے نام لیوا اسلام کے دشمن نظر آنے لگے، مسجدیں اب بھی ہیں مگر خاص خاص اوقات میں کھلتیں اور چند گنے چنے بوڑھے اور سفید ریش بزرگ نظر آتے ہیں۔

کمیونسٹوں کو اطمینان تھا کہ ہمارے تشدد اور سختی نے مسلمانوں کو بالکل بدل کر رکھدیا اور اسلام کی جان نکال لی ہے، اب وہ روس سے ملک بدر ہوگیا، کمیونزم کی کتنی فتح ہے کہ اس نے چند ہی سالوں میں اپنا لوہا منوالیا کمیونزم کے ان داناؤں نے ٹھنڈی سانس لی کہ اب کوئی خطرہ نہیں، وہ سخت جان دشمن جو بقول ان کے "رجعت پسند، سامراجی پٹھو" اور "افیم کے رسیا" مسلمان اپنا بوریہ بستر لپیٹ چکے ہیں اور اب روس میں "امیروں کا پروردہ اور غریبوں کو بیوقوف بنانے والا مذہب" بیخ وبن سے اکھیڑ کر رکھدیا گیا ہے اب چین کی بانسری بجاؤ اور صرف پیٹ اور معدہ کا نعرہ لگاؤ۔

لیکن تقریباً چالیس سال بعد مسلسل محنت کرنے اور تشدد کی انتہائی حرکتوں کے بعد ان کو پتہ چلا کہ ہماری فوج اور طاقت، تعلیم وتربیت نے زبان اور جسموں کو تو بدلیا ہے لیکن دل کی آواز اور ضمیر کو نہیں دبا سکی اور آج بھی جبکہ ساری فضا اور پورا ملک ہمارے تسلط میں ہے اس سرزمین کمیونزم میں زمین دوز ایسے مکاتب ومدارس اور اسلامی تربیت کے ایسے اڈے اب بھی ہیں جو اسلام کی جیتی جاگتی یادگاریں ہیں اور وہ نوجوان جو بظاہر اب کمیونزم کے علمبردار ہیں ان میں ایسے بھی زندہ ضمیر اور صاحب احساس ہیں جو اسلام کو اپنے سینے سے چمٹائے زندگی گذار رہے ہیں اور چھپ چھپا کر اسلام کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اخبار میں صرف ایک مرکز کی اطلاع ہے لیکن اس طرح کے کتنے ایسے مرکز ہوں گے جنکی اطلاع اب تک حکومت کو نہیں ہوسکی ہے۔

درحقیقت یہ اسلام کی زندہ تحریک ایک خنجر کی طرح ہے جو کمیونزم کے سینے میں پیوست ہے اور قیامت تک پیوست رہے گی، یہ کمیونزم کو چیلنج کرتی ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت، کوئی حکومت اور کوئی تشدد اور انسانیت سوز ظلم اسلام کو مٹا نہیں سکتا وہ دب دب کر ابھرا ہے اور ابھرتا رہیگا، اس کی چنگاریاں راکھ کے ڈھیر میں دب تو سکتی ہیں مگر بجھ نہیں سکتیں وہ آفتاب کی طرح اپنی روشنی پھیلا کر چند گھنٹوں کیلئے افق میں غائب ہوتا نظر آتا ہے مگر بہت جلد پھر طلوع ہوجاتا ہے۔ رات کو خوشی نہ منانا چاہئے کہ اب تو آفتاب سے نجات ملگئی، صبح درخشاں پھر نمودار ہونیوالی ہے اور آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہوگا۔

اس واقعہ سے مسلمانوں کو بھی زندگی کا سبق لینا چاہئے کہ پست ہمت نہ ہوں اور اسلام کی زندہ تحریک سے بے تعلق نہ ہوں۔

وہ جہاں ہوں اسلامی دعوت کے علمبردار ہوں اور اسکی اشاعت میں کمزوری اور پست ہمتی نہ دکھلائیں جبکہ ایسے مقامات میں جہاں جان کے لالے پڑے ہیں اور اسلام کا نام لینا ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے، اسلام کے شیدائی ہیں جو چھپ چھپ کر اور اپنی زندگی سے بے پرواہ ہوکر اسلام کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کرنے میں تو ہماری آپ کی معذرت اور تساہلی کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں ہوسکتی —!

خصوصاً مسلمان نوجوانوں کیلئے ڈاوٹ اسلانوف کا جذبۂ ایمانی اور خدا سے عشق ومحبت ایک روشنی کا مینارہ ہے ڈاوٹ اسلانوف ایک ایسی چنگاری کے مانند ہے جو کمیونزم کی آگ سے جل کر راکھ کے ڈھیر میں پوشیدہ ہے جب اس ڈھیر کو کریدا گیا تو وہ چنگاری چمکی اور چمک کر خاموش ہوگئی، خدا جانے اس ڈھیر میں اور کتنی چنگاریاں چھپی ہوں گی جو اندر ہی اندر اپنا کام کر رہی ہوں گی اور اس راکھ کے ڈھیر کو آتشکدہ بنانے کی فکر میں ہوں گی اس سے بڑھکر کمیونزم کی ناکامی اور اسلام کی کامیابی کی اور کون سی مثال ہوسکتی ہے؟

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

(اقبال)

مدینہ منورہ میں

حق کی پہلی آواز

حبیب الرحمٰن ندوی

تہذیب شائستگی کی ہزاروں منزلیں طے کرنیکے باوجود دنیا امن وسکون کی دولت سے محروم ہے آدمی کو آدمی پر بھروسہ نہیں ایک قوم دوسری قوم کی دشمن ہے اور ایک ملک دوسرے ملک کا، ذرا اس وقت کا تصور کیجئے جب انسان تہذیب تمدن سے دور خاندان اور قبیلے کی مختلف ٹکڑیوں میں بٹا ہوا تھا، خصوصاً دنیا کے اس خطے کے لوگوں کی حالت تو انتہائی ناگفتہ بہ رہی ہوگی، جہاں قتل وغارت کو صرف ذریعۂ معاش ہی نہیں بلکہ ایک قابل فخر کارنامے کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ بلاشبہ ایسی جگہ اور ایسے ماحول میں ایک اجنبی شخص اسوقت تک آدمی نہیں فرشتۂ اجل سمجھا جاتا رہا ہوگا، جب تک یا تو اس کی صورت نظروں سے اوجھل نہ ہو جائے یا وہ ہتھیار ڈال کر ازخود اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان نہ کردے۔

تاریخ شاہد ہے ٹھیک ایسے ہی ماحول اور ایسے ہی وقت میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا آبائی وطن مکۂ معظمہ چھوڑنا پڑا، اپنی خاندان اور اپنی جان پہچان کے لوگوں سے دور مدینہ منورہ آپ تشریف لے گئے، جہاں چند آفت زدہ مہاجرین اور چند اور دوسرے لوگوں کے سوا اور کوئی آپ کا شناسا بھی نہ رہا۔ نہ پاس میں زر ومال تھا کہ اسی کے سہارے کچھ دن آرام واطمینان کی زندگی بسر ہو سکتی، مکہ سے آپ انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں کسی طرح یہاں پہونچتے ہیں، مگر آتے ہیں تو نہ اپنی مالی حالت کے استحکام کی فکر کرتے ہیں نہ سیاسی پوزیشن کے مضبوط کرنے کی۔ آتے ہیں اور بے جھجک لوگوں کے سامنے دعوت اسلامی کا وہی پیغام پیش کر دیتے ہیں جس کی بدولت آپ کو اپنے گھر اور اپنے شہر سے نکلنا پڑا ہے مدینہ منورہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت عبداللہ رضؓ بن سلام بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ میں جہاں اور لوگوں کو آپؐ کی آمد کا انتظار تھا وہاں ان میں ایک میں بھی تھا، جیسے ہی مجھ کو معلوم ہوا کہ آپ آگئے، دوڑا ہوا آپؐ کی خدمت میں گیا۔ پہلی ہی نظر میں مجھے یقین ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر آپؐ کی زبان مبارک سے پہلی بات جو میں نے سنی وہ یہ تھی۔

یَا اَیُّھَا النَّاس	لوگو! سلام کو رواج دو
اَفْشُوا السَّلَام	کھانا کھلایا کرو، اور رات
وَاَطْعِمُوا الطَّعَام	میں جب لوگ سورہے ہوں
وَصَلُّوا بِاللَّیْل	تو نمازیں پڑھا کرو،
وَالنَّاسُ نِیَام	(تم جب ایسا کروگے۔)
تَدْخُلُوا الْجَنَّة	تو سلامتی کے ساتھ جنت
بِسَلَام۔	میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ترمذی وابن ماجہ)

اس تقریر میں بعض جگہ "وصلوا الارحام" کے الفاظ بھی مذکور ہیں، بہرکیف راوی مذکور کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ کی سرزمین پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پہلی تقریر ہے، اس میں اگرچہ چند جملے ہیں مگر اس سے یہ سمجھنا قطعاً درست نہیں کہ اسلامی تعلیمات کا دائرہ صرف انھیں دو تین جملوں تک محدود ہے، بات صرف یہ ہے کہ موقع اور محل کی مناسبت سے جن باتوں کی اہمیت زیادہ تھی یہاں اختصار کیا تو صرف انھیں کو بیان کیا گیا، تاہم اگر معنی ومفہوم کی وسعت پر غور کیا جائے تو ایسا محسوس ہوگا کہ انھیں دو تین جملوں میں اسلام کی پوری روح سمٹ کر آگئی ہے، کیونکہ اسلام اگر ایک طرف بندے کا خدا سے رشتہ جوڑتا ہے تو دوسری طرف خود انسانوں سے انسانوں کے حقوق کا مطالبہ بھی کرتا ہے سوچئے اسلامی تعلیمات کا کون سا حصہ اس دائرے سے باہر ہے، مذکورہ جملوں میں یہی بات تو کہی گئی ہے مگر کس خوبصورتی کے ساتھ کہ سننے والا کلام کی شیرینی بھی محسوس کرے اور اس کے دل ودماغ پر کثرت الفاظ کا بے جا بار بھی نہ پڑے۔

بات بات پر خونریزی کرنیوالے عرب کو کہا جارہا ہے امن وسلامتی کی صبح طلوع ہو چکی ہے، جاہلیت کا دور ختم ہوا، ناحق آدمی کا آدمی کو قتل کرنا تو بہت بڑی بات ہے اب تو کسی کو کسی سے سخت کلامی کی اجازت بھی نہیں ایک اجنبی کو تم فرشتۂ موت سمجھتے تھے مگر اب اس کو بھی بھائی سمجھو اور اخوت کے اس رشتے کی استواری کے لئے جو سب سے پہلی بات تم کو بتائی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے ملو تو پہلے آپس میں سلام کرو۔ یہ نہ دیکھو آنیوالا کون ہے، اس سے تعارف ہے یا نہیں، وہ اپنا رشتہ دار ہے یا غیر، مخاطب خواہ امیر ہو خواہ غریب چھوٹا ہو یا بڑا اس سے سلام کرنا بہرحال ضروری ہے۔ چونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم عام ہے جس میں وقت کی قید بھی نہیں اور نہ مومن وکافر کی قید ہے اسلئے اس عموم کا اسکے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ امن وسلامتی کا یہ پیام ہر جگہ اور ہر وقت اس کثرت سے دہرایا جائے کہ اس کی خوشبو آدمی کی رگ وپے میں سرایت کر جائے اور اس کی وجہ سے پورے ماحول پر امن وسلامتی کی فضا طاری ہو، تاریخ شاہد ہے صحابہ رضؓ نے آپؐ کے اس قول پر اس طرح عمل بھی کیا کہ دنیا امن وسلامتی کے نور سے جگمگا اٹھی۔ بڑے بڑے لوگ بازاروں میں صرف اس غرض سے جاتے کہ لوگوں کو سلام کریں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق امن وسلامتی کے اس پیام کی اتنی بار تکرار کریں کہ ہر در ودیوار اور ہر ذرہ امن وسلامتی کے روح پرور نغموں سے گونج اٹھے۔

ٹھیک اسی طرح اطعام طعام کا حکم بھی ہے، اس حکم میں بھی اتنی وسعت ہے کہ اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ اپنے پرائے اور دوست دشمن کی، حکم کے اس عموم میں انسان تو انسان جانور بھی آجاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اور اس دوسرے جملے میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف یہ کہ اسلام کا دائرہ صرف زبان تک محدود ہے جبکہ اطعام کا دائرہ اس سے آگے عمل کی سرحد میں چلا جاتا ہے جسکا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس طرح زبان سے امن وسلامتی کا پیام دینا ضروری ہے عمل بھی اسی کے مطابق ہونا چاہیے، تاریخ شاہد ہے صحابہ رضؓ نے اس حکم کی تعمیل بھی بڑی گرمجوشی سے کی تفصیل کا موقع نہیں ــــ اس لئے صرف ایک واقعہ کی طرف اجمالی اشارہ کیا جاتا ہے، صحیح بخاری اور مسلم میں مذکور ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں بھوکا ہوں، آپ نے اپنے گھر کہلوایا مگر وہاں سے جواب ملا پانی کے سوا اسوقت گھر میں اور کچھ نہیں ہے، آپؐ نے صحابہ کی طرف دیکھا فوراً ایک صحابی (حضرت ابو طلحہ رضؓ) کھڑے ہوئے اور مہمان کو اپنے گھر لے گئے، اندر جاکر بیوی سے پوچھا تو معلوم ہوا بچوں کے سوا خود میاں بیوی کے کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے، قدرتاً گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار ہونا چاہیے مگر رسول اللہ کے عشق کا متوالا کہتا ہے اچھا ایسا کرو بچوں کو بلا کھلاکے سلادو اور کھانا مہمان کے سامنے لاؤ۔ دیکھو وہ جب کھانے کے لئے ہمارے ساتھ بیٹھے تو تم کسی طرح چراغ بجھا دینا تاکہ اسکو یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس کے ساتھ ہم لوگ بھی کھا رہے ہیں یا نہیں، چنانچہ نہ صرف میاں بیوی ہی بھوکے رہے بلکہ ننھے ننھے معصوم بچے بھی بلا کھلائے بہلا کر سلا دیئے گئے کہ یہ بھوک تو برداشت تھی مگر اطعام طعام کے حکم میں کوئی خلل بھی واقع ہو جائے یہ گوارا نہیں تھا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

آخر میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جب لوگ سو رہے ہوں تو تم راتوں میں نماز پڑھا کرو، ظاہر ہے نماز کے لئے جس سکون اور اطمینان کی ضرورت ہے وہ ان میں پوری طرح سب لوگوں کو میسر نہیں آسکتا۔ پھر دن میں تو بہت سے لوگ صرف دکھانے کیلئے نماز پڑھ لیا کرتے ہیں مگر جو لوگ رات کے پچھلے پہر بھی جب ساری دنیا غفلت کی نیند میں مدہوش پڑی رہتی ہے اٹھ کر چپکے سے نماز پڑھتے اور بارگاہ ایزدی میں خشوع خضوع کے ساتھ دعا کرتے ہیں تو ان پر ریاکاری کا کوئی ادنیٰ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اللہ اکبر صحابۂ کرام کو نمازوں سے کس درجہ عشق تھا؟ کہ خود قرآن ان کے بارے میں شہادت دے رہا ہے

سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْد

(سورۂ فتح رکوع ۴) چونکہ نماز پر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک پورا خطبہ بھی آرہا ہے اس لئے تفصیل سے احتراز کرتے ہوئے ہم ایک بار پھر آپ کی توجہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری تقریر کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ آپس میں سچے دل سے ایک دوسرے کو سلام کریں، تن پروری اور تنہا خوری کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی غربت اور پریشانی کا خیال بھی کریں، پھر دوسری طرف راتوں میں خلوص دل کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز بھی ہوں، تو ان کی اجتماعی زندگی کیسی ہوگی ان کی دنیا میں اخوت ومحبت کی فراوانی ہوگی یا نفرت وعداوت کی۔

تقریر اگرچہ مختصر ہے لیکن بڑی معنی خیز ہے اور ضرورت ہے کہ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں بار بار عملی طور پر بھی دہرائی جائے یہ بڑی افسوس کی بات ہے کہ اونچا طبقہ اس قسم کی باتوں کا پڑھنا یا بیان کرنا اپنی کسرشان سمجھے اخلاقی مسائل سے البتہ ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے عوام کی حالت بھی اس درجہ خراب ہو چکی ہے کہ ابھی قسم کی باتیں وہ سننے کیلئے تیار نہیں، بہرکیف یہ صورت حال انتہائی تشویشناک ہے اور پیام نبوت سے غفلت کی دلیل ہے اس لئے ہم کو اس کی طرف خاص طور سے متوجہ ہونا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ بہرحال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور آپ کی تعلیمات ہی ہماری زندگی کے اندھیروں میں مشعل راہ بن سکتی ہیں اور انھیں سے ہمارے لئے حیات نو کا پیام مل سکتا ہے۔

بقیہ مولانا بدر عالم میرٹھی

اس کے بعد فرمایا کہ آج کل محدثین کا یہ حال ہے کہ جس کتاب کو پڑھاتے ہیں صرف اسی کے شروح وحواشی دیکھتے ہیں، حالانکہ صحیح علمی ذوق کی علامت یہ ہے کہ اس فن کی دوسری کتابیں بھی زیر مطالعہ رہیں، حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق یہ فرمایا، کسی مجلس میں اپنے علمی تفوق کا اظہار نہیں فرمایا کرتے، کبھی ایسا ہوتا تھا کہ تمام اکابر کسی رائے پر متفق ہوتے تو شاہ صاحب خاموش رہتے، اور دریافت فرمانے کے بعد یہ فرماتے کہ اس سکوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجھے بھی اتفاق ہے، بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے، حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ کی یہ گفتگو تقریباً نصف گھنٹہ تک جاری رہی، ہم سب محظوظ ہوتے رہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مولاناؒ کا حادثہ انتقال بہت بڑا سانحہ ہے، حق تعالے شانہٗ اپنے فضل وکرم سے اس خلاء کو پُر فرمائیں، اگرچہ جو جگہ خالی ہوتی ہے اس کا پُر ہونا بظاہر مشکل ہی نظر آتا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ مرحوم کو فردوس اعلےٰ میں جگہ عطا فرمائیں اور ان کے متعلقین واحباب کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔ آمین

(وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین)

(بقیہ سیرت النبیؐ)

مسلسل اس نہ ختم ہونیوالے کام کو کرنیوالے کرتے چلے آرہے ہیں جس کے لئے جتنا مقدر ہے وہی حصہ اس کو مل رہا ہے، خدا کرے کہ ہمارے سیرت نگار کے عقیدت کیشوں اور ان کے علمی پیروکاروں کے دلمیں اس کام کی لگن اس طرح منتقل ہو جائے جیسے خود ان میں تھی۔

سید صاحب کو جو کچھ پڑھایا گیا تھا، اسی تعلیم کے مطابق ان سے جو کچھ بن آیا کر کے چلے گئے۔ لیکن ابھی کرنیوالوں کے لئے وسیع میدان ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ علاوہ عربی زبان کے جس میں اس فن کی اساسی کتابیں ہیں ضرورت ہے کہ سیرت پر کام کرنے والے ان تمام زبانوں کو بھی سیکھیں جن میں اب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ مہربانوں نے لکھی ہے ان کو بھی پڑھا جاوے، اور حضرت انبیاء علیہم السلام نے جن جن زبانوں میں اپنا پیغام پہنچایا ہے یا جن زبانوں میں ان کا پیغام کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا ہے، سب ہی میں دسترس حاصل کر کے جب تک کام نہ کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تدوین کا جو فرض مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس فرض سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتے، ابھی آپ کے سامنے اہل کتاب کے اس طریقۂ عمل کا ذکر گذر چکا جس کی طرف قرآن میں وکانوا یستفتحون علے الذین کفروا کے الفاظ میں اشارہ کیا ہے، معنوی تلاش وجستجو صرف اسی مسئلہ میں حیرت انگیز انکشافات ان لوگوں کو ہوتے ہیں، جنہوں نے یہود ونصاریٰ کی کتابوں کا ان کی اصلی زبانوں میں مطالعہ کیا ہے

والقصۃ بطولہا

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ماءُ اللحم خاص

غذائیت سے بھرپور ایک اعلیٰ درجہ کا مرکب ہے۔
اس کے استعمال سے جسم میں نیا خون پیدا ہوتا ہے اور بھوک خوب لگتی ہے۔ آپ کے سارے نظام عضوی کو دوبارہ پھرتیلا بناتا ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

لکھنؤ کمشنری کیلئے
سول ایجنٹ
اودھ جنرل
اسٹورس امین آباد لکھنؤ
اسٹاکٹ
کے خواہشمند حضرات
خط وکتابت کریں۔

مرکز اسلامی جنیوا امریکی یورپی براعظم میں اپنی قسم کی واحد اسلامی تنظیم ہے

اس نے یورپ کے مسلم نوجوانوں کو وحدت اور اعتماد کا ایک نیا شعور بخشا ہے

ممتاز اخوانی رہنما اور مرکز اسلامی کے بانی ڈاکٹر محمد سعید رمضان سے ایک انٹرویو

ترجمہ:- سید ضیاء الحسن ندوی

سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض سے شائع ہونے والے رسالہ "الدعوۃ" نے اپنے یکم صفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۶۵ء کے نمبر میں اسلامی مرکز جنیوا کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر سعید رمضان کا ایک انٹرویو شائع کیا ہے، جسے اختصار کے ساتھ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلا سوال:- براہ کرم اپنی زندگی کے ابتدائی حالات پر کچھ روشنی ڈالئے؟

جواب:- میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ مجھے اس سوال سے معاف رکھتے لیکن اب چونکہ یہی سوال آپ نے سر فہرست رکھا ہے اور سب سے پہلے اسی کا جواب چاہتے ہیں، لہذا اس سلسلے میں مجھے جو کچھ اسوقت یاد آرہا ہے مختصراً پیش خدمت ہے۔

میں ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ کو مصر کے ڈیلٹا پر واقع شبین الکوم میں پیدا ہوا۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم وہیں حاصل کی پھر قاہرہ یونیورسٹی سے ۱۳۶۳ھ میں جو پہلے جامعہ فواد کے نام سے مشہور تھی، قانون کی تعلیم مکمل کی، اسکے بعد میں جرمنی چلا گیا، وہاں کولون یونیورسٹی سے میں نے ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کیا۔ اور اب اگرچہ تاریخ پیدائش کے مطابق میری عمر چالیس سال سے کچھ اوپر ہی ہے، لیکن میں اپنی حقیقی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہیں مانتا، کیونکہ اسلامی دعوت و تبلیغ کے کام سے میرے تعلق کی عمر یہی ہے جب سے ۱۳۵۹ھ میں امام حسن البنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا شرف مجھے حاصل ہوا۔

دوسرا سوال:- آپ کو اب تک بہت سی اسلامی کانفرنسوں میں شرکت کا موقع ملا ہے، جنکی تنظیمیں الگ الگ لیکن مقاصد تقریباً یکساں تھے تو آپکے خیال میں یہ الگ الگ تنظیمیں اور متعدد کانفرنسیں بہتر ہیں یا ان کی کوئی متحدہ شکل؟

جواب:- جی چاہتا تھا کہ اس سوال کے جواب میں آپ کی توجہ "المسلمون" کے کسی نمبر میں شائع ہونے والے اس اداریہ کی طرف مبذول کراؤں جس میں میں نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے۔ پھر بھی اس وقت تمام اسلامی ممالک میں اسلام کی دعوت و خدمت کے جو وسیع بلکہ لامحدود امکانات ہیں ان کی طرف اشارہ کرنا کافی سمجھتا ہوں، خدمت کا یہ میدان اسقدر وسیع و عریض ہے اور اسکے اتنے مختلف پہلو ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے بیک وقت بین الاقوامی پیمانے کی بہت سی تنظیمیں چلائی جا سکتی ہیں، لیکن ان عالمی اسلامی کانفرنسوں میں الگ الگ کی جانیوالی کوششوں کے درمیان تال میل پیدا کرنا بہرحال ضروری اور ان کے انتشار و الم ترتیب سے کہیں بہتر ہے اور یہی ان کے مکمل باہمی اتحاد کی طرف پہلا اور فطری قدم ہو سکتا ہے ——— اور ممکن ہے کہ خصوصی امکانات کی تقسیم کی بنیاد پر مکہ مکرمہ، بیت المقدس اور کراچی کی کانفرنسوں کی سرگرمیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے جو سہ طرفہ قرارداد منظور ہوئی ہے وہ اس راہ میں پہلا مبارک قدم ثابت ہو۔ بس خلوص نیت اور عزم راسخ شرط ہے

تیسرا سوال:- کیا یہ اسلامی کانفرنسیں اپنا فرض انجام دیتے ہوئے مقصد سے کچھ نزدیک ہو رہی ہیں؟ اور کیا یہ مسلم نوجوانوں کو بیدار کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ ثابت ہوئی ہیں یا کچھ اور ذرائع ان سے زیادہ کارآمد ہیں اور اگر ہیں تو کون سے؟

جواب:- اگر فرض اور مقصد وہی ہے جو ان کانفرنسوں کے دستور اور قراردادوں میں متعین کیا گیا ہے، تو وہاں تک پہونچنے کے لئے ابھی ایک سخت اور طویل مسافت طے کرنا ہے، وہ بھی اسوقت جب ہمارا مقصد برابر واضح، سفر مسلسل اور رستہ آخر تک سیدھا اختیار کیا جا سکے۔

رہا یہ سوال کہ کیا صرف یہ کانفرنسیں ہی ملت اسلامیہ کو بیدار کرنے کا سب سے اچھا ذریعہ ہیں؟ تو یہ ایک بہت نازک اور مشکل سوال ہے۔ تاہم مختصراً میں عرض کروں گا کہ یہ کانفرنسیں عالمی پیمانہ پر ملت کی بیداری کا ایک موثر ذریعہ ضرور ہیں، کیونکہ اسی اسٹیج پر اپنی بعض خامیوں کی وجہ سے ہم برسوں سے سامراج اور اسرائیل کی شیطانی سازشوں کا شکار بن رہے ہیں، انھوں نے ملت کے ایک حصہ کو دوسرے کے حالات سے بے خبر رکھنے اور عالم اسلامی کے مختلف گوشوں میں رونما ہونے والے واقعات کو مسخ کر کے پیش کرنے کے لئے سازشوں کا وسیع جال بچھا رکھا ہے۔

دعوت اسلامی کے عمومی کام میں ایک مشکل یہ بھی پیش آتی ہے کہ اس کام کو کرنیوالی مختلف جماعتیں ایک مقامی یونٹ کی حیثیت سے کام کرنے کی اسقدر عادی ہو گئی ہیں کہ انھیں مقصد اور جدوجہد کی یکسانیت کی بنیاد پر دوسروں کے ساتھ اشتراک عمل کے متعلق سوچنے تک کی فرصت نہیں ملتی، یہ کہکر میں عالم اسلام میں پھیلی ہوئی چھوٹی چھوٹی اجتماعی اور انفرادی قوتوں کی اہمیت کم کرنا نہیں چاہتا، اس کے برعکس میں ان طاقتوں کو دعوت اسلامی کی ہر منزل پر مرکزیت پیدا کرنے کے لئے کی جانے والی انتھک جدوجہد کا سنگ میل سمجھتا ہوں۔ ان ہی کو دیکھکر اسلامی کانفرنسوں کی اجتماعی و انفرادی طاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہر اسلامی کانفرنس سے یہ توقع بھی کی جاتی ہے کہ وہ ان مبارک مگر بکھری ہوئی طاقتوں کے لئے حیات تازہ کا سامان فراہم کرتی رہے گی، نیز ان میں نئی روح پھونکتی رہے گی اور ایک دوسرے کے تجربوں سے فائدہ اٹھانے اور مختلف طاقتوں کے باہمی تعاون کا ایسا عملی پروگرام اور اعلیٰ معیار بنائے گی جس میں باہمی تعارف و تعاون کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آسکیں۔

چوتھا سوال:- جنیوا کا اسلامی مرکز کس طرح کام کرتا ہے؟ اسکے قائم کرنے کا خیال آپ کے دل کب پیدا ہوا؟ پھر وہ کن کن مراحل سے گذرا؟ اور اپنے طے شدہ پروگرام کے اعتبار سے اب وہ کس منزل پر ہے؟

> ○ ڈاکٹر سعید رمضان کی ذات ہند و پاک کے علمی و دینی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں لیکن جن دشوار گذار اور مہلک راہوں سے گذر کر حالات میں انہوں نے "مرکز اسلامی" کی بنا ڈالی اور مشہور رسالہ "المسلمون" کو جاری رکھا، اسکا اندازہ ہر شخص کو نہیں ہو سکتا۔ باد مخالف کے تند و تیز ہوا کے جھونکے ان کے حق میں تیز تر ہوتے جا رہے ہیں لیکن یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کی شمع فروزاں اب بھی اسی طرح روشن اور رواں دواں ہے ○

(جواب)

جنیوا میں اسلامی مرکز قائم کرنیکا خیال تقریباً دس سال تک میرے دل و دماغ پر چھایا رہا لیکن اس کے عملی طور پر قائم ہونے کے چار سال پہلے سے اس خیال کو عملی جامہ پہنانا تقریباً ناممکن معلوم ہونے لگا تھا۔ اور ہم نے اس موضوع پر سوچنا ترک کر دیا تھا۔ اسکے قیام سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گذرا تھا کہ مجھ جیسے شخص کو اس مرکز کی تعمیر و قیام کی نگرانی کی سعادت نصیب ہو سکے گی، بلکہ میں برسوں ایک ایسے شخص کی تلاش میں سرگرداں رہا جو اس خیال کو عملی شکل دے سکے اور مرکز کے قیام کی نگرانی اور اسکی دوسری ضروریات کی خاطر عرصہ دراز تک اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر آمادہ ہو، خواہ اس کے لئے اسے کیسے ہی نتائج برداشت کرنے پڑیں۔ اس سلسلے میں میں نے مختلف ممالک کے تحریک اسلامی کے رہنماؤں کا تعاون حاصل کرنیکی کوشش کی۔ پھر میں نے ان کے لئے ایک مفصل یادداشت تیار کی جو بیت المقدس میں ہونیوالی موتمر اسلامی کے دوسرے عام اجلاس کے شرکاء کی خدمت میں پیش کیگئی موتمر کا پہلا عام اجلاس ۱۳۷۵ھ میں دمشق میں منعقد ہوا تھا، ان تمام حضرات نے اسکی بڑی ہمت افزائی کی اور اکثر نے مالی تعاون کی پیشکش کی لیکن اس کو تھوڑے دن بھی نہ گذرے تھے کہ ان میں اکثر حضرات جنکے تعاون کا خدائے تعالیٰ کے بعد مجھے سب سے بڑا سہارا تھا شدید قسم کی مقامی آزمائشوں سے دوچار کر دیئے گئے۔ چنانچہ میں نے اپنے اس خیال کی بساط سمیٹ لی اور صبر کر کے بیٹھ رہا یہاں تک کہ فرعونی نفوذ و اقتدار کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں نے مجھے پہلے دمشق پھر بیروت اور آخر میں لبنان و اردن میں امریکی برطانوی فوجوں کے اترنے کے بعد ساری دنیائے عرب کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔ اب مجھے یقین ہو چکا تھا کہ اس پورے منطقہ میں کسی عام اسلامی جدوجہد کے امکانات تقریباً ناپید ہو چکے ہیں، لہٰذا میں نے یورپ کا رخ کیا تاکہ اپنا پی، ایچ، ڈی کا مقالہ مکمل کر کے پیش کر سکوں پھر اس کے بعد مرکز اسلامی کا خیال دوبارہ میرے دل میں کروٹیں لینے لگا۔ اس سلسلے میں میں نے دعوت اسلامی کے اہم اہم لوگوں سے رابطہ قائم کیا خصوصاً محترم استاذ مولانا سید ابوالحسن علی الندوی، جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اور استاذ ظفر احمد انصاری ان حضرات اور ان کے علاوہ دوسرے تین حضرات کا جن پر ہم سب متفق ہو گئے تھے، اشتراک سے ایک دستور ساز کمیٹی بنائی گئی جس نے مرکز کے دستور اور اسکے پہلے تین برسوں کے لئے ساری دفتری ذمہ داریوں کا ایک نقشہ تیار کیا، پھر ایک سال سے پہلے ہی اس کے عام اجلاس میں اسکا دوبارہ انتخاب کیا گیا۔ عام اجلاس نے تمام بنیادی ارکان کے انتخاب کی تجدید کر دی، صرف ایک رکن مشہور مسلمان فرانسیسی مصنف جناب حیدر بامات اپنی شدید علالت کے باعث اپنے دوبارہ انتخاب سے معذرت کی، چنانچہ ان کی جگہ شام کے ڈاکٹر عدنان مقال منتخب ہوئے اس طرح مرکز اسلامی کے تمام شعبوں کے اعلیٰ ترین ذمہ دار مجلس کی تشکیل عمل میں آگئی جس کے ارکان یہ ہیں:-

(۱) سماحۃ الاستاذ السید ابی الحسن علی الندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (الہند)۔

(۲) سماحۃ الاستاذ ظفر احمد الانصاری، پاکستان کے مشہور عالم اور مرکز اسلامی جنیوا کے ناظم۔

(۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، پروفیسر پیرس یونیورسٹی

(۴) ڈاکٹر محمد رضا زادہ شفق پروفیسر تہران یونیورسٹی

(۵) ڈاکٹر عدنان مقال اسپیشل ریسرچ اسکالر (جرمنی)

(۶) استاذ محمد بن عمار۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کے الجزائری وفد کے سکریٹری جنرل۔

(۷) ڈاکٹر سعید رمضان ڈائرکٹر جنرل اسلامی مرکز۔

اور مرکز کی یہ مجلس عاملہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ جنیوا میں اپنا جلسہ کرتی ہے۔ اور اپنے قیام کے بعد سے چار اجلاس کر چکی ہے، یہ مجلس مرکز کی پالیسیوں، اسکی آمدنی و خرچ اور اس کے دفتری کاموں پر پورا کنٹرول رکھتی ہے اور مرکز سے متعلق اعلیٰ ترین اختیارات کی حامل ہے۔

پانچواں سوال:- مرکز اسلامی اپنے مقررہ لائحہ عمل کے اعتبار سے کس منزل پر ہے اب تک اس نے کیا انجام دئیے ہیں اور کیا وہ اپنی مستقل اور آزاد حیثیت رکھتا ہے یا دوسری انجمنوں سے ملحق ہے؟

جواب:- اس سوال کے بڑے حصے کا جواب اسی رسالہ "المسلمون" کے کسی نمبر میں تفصیل سے دیا جا چکا ہے۔

مرکز صرف خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم کے طفیل اپنے مقرر کردہ تمام نشانوں کو پورا کرنے کے لئے بہت مبارک رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ یہ امریکی یورپی براعظم میں اپنی قسم کی پہلی تنظیم ہے، بلکہ بعض حلقے تو، وسائل کی کمی کے باوجود اسے سارے عالم اسلام کی واحد تنظیم سمجھتے ہیں، اور بے شمار دلوں کے لئے یہ امر باعث اطمینان ہوگا کہ مرکز اسلامی اپنی سرگرمیوں کے وسیع ترین میدان میں

بقیہ صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ ہو

حدیثِ دل

رئیس الشاکری بارہ بنکوی

صبا یہ کیفیت لائی کہاں سے — نظر آتے ہیں گل بوٹے جواں سے

گلوں کی صف میں ہلچل مچ گئی ہے — کہیں گذرے نہ ہوں وہ گلستاں سے

الٰہی خیر ہو! میرے سفر کی، — دہیں پر ہوں چلا تھا میں جہاں سے

تقاضے وقت کے ہوتے ہیں ورنہ — مجھے نفرت نہیں ہے مہوشاں سے

گلوں سے اور اس درجہ عداوت — ذرا یہ پوچھنا ہے باغباں سے

ق

یہی حالت رہی تو دیکھ لینا — دھواں اٹھے گا اک دن آشیاں سے

شکستہ دل پہ اور اتنی جفائیں — میں لاؤں صبر کی طاقت کہاں سے

مناسب ہے نہ چھیڑو ہمنشینو! — نہ اٹھے حشر میری داستاں سے

زمانے میں کسے ہمدرد کہئے؟ — جگر چھلنی ہے لطفِ دوستاں سے

وفاؤں کے یہ مانا معترف ہیں — مگر رہتے ہیں پھر بھی بدگماں سے

حقیقت خدا کے کون جانے؟ — نظر آتے ہیں لیکن مہرباں سے

مبارک ہو انھیں پرواز ان کی — کہیں ٹکرا نہ جائیں آسماں سے

نصیب اپنا ہے ان سے کیا شکایت؟ — نہ کچھ حاصل ہوا آہ و فغاں سے

کرامت ہے مری دیوانگی کی، — نکل آیا ہوں حدِ امتحاں سے

امینِ غم سہی لیکن بشر ہوں — تڑپ اٹھتا ہے دل سوزِ نہاں سے

تمنائے کرم ہے ان سے کہہ دینا — رئیس الشاکری ہیں نیم جاں سے

کتبہ عبد الاحد جامعی لکھنؤ

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(چند تاثرات)

از مولانا تقی الدین ندوی مظاہری

اچانک مولانا بدر عالم صاحبؒ میرٹھی کے سانحہ ارتحال کے حادثہ کو سن کر بہت ہی قلق و افسوس ہوا، مرحوم حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے انھوں نے پانچ سال شاہ صاحبؒ کے درس حدیث میں شرکت کی اور استفادہ کیا تھا، صحیح بخاری کے افادات فیض الباری میں جمع کر دیا ہے، فیض الباری و ترجمان السنہ دونوں علمی شاہکار ہیں، جو مرحوم کو زندۂ جاوید رکھیں گی، مولانا رحمہ اللہ کا قیام سولہ سال سے مدینہ منورہ تھا، چلنے پھرنے سے معذور رہتے تھے، خاکسار کو گذشتہ سال مدینہ طیبہ جب حاضری کا شرف حاصل ہوا تو عرصہ کی تمنا تھی کہ حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

ایک روز خدمت میں حاضر ہوا، سلام و مصافحہ کے بعد دعا کی درخواست کی، فرمایا کہ دعا تو آپ لوگ کریں، کہ جوار رسالت میں ایمان پر خاتمہ ہو، آپ لوگ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، پھر فرمایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخری سفر جس میں ان کا یہاں انتقال ہوا، وفات سے صرف دو ماہ پیشتر مستقل قیام کی نیت کی تھی اس خیال سے جتنا زیادہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان بن سکیں باعث سعادت ہے۔

چونکہ مولانا مرحوم رح کی فیض الباری و ترجمان السنہ جو اکثر مطالعہ میں رہی ہیں گرویدہ بنا دیا تھا، اور حضرت الاستاذ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہم کے کلمات عالیہ مولاناؒ کے متعلق سن رکھے تھے، خود مدینہ منورہ کے زمانہ میں اکثر مولانا کی ملاقات کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اس لئے آرزو یہ ہوئی کہ مولاناؒ سے حدیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت حاصل کروں، اس کے لئے درخواست کی، تو فرمایا کہ کس سے حدیث پڑھی ہے، میں نے اپنے اساتذہ کے نام بتائے، بالخصوص جب یہ بتایا کہ بخاری شریف میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے پڑھی ہے اور دیگر کتب حدیث کی اجازت بھی مرحمت فرمائی ہے، تو فرمایا اب اس کے بعد کسی سے اجازت کی ضرورت نہیں،

علم و فضل کے باوجود مولاناؒ کی تواضع و انکساری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

فیض الباری کا تذکرہ آیا تو فرمانے لگے میں نے کیا کمال کیا حضرت شاہ صاحب کے افادات اپنی فہم کے مطابق جمع کر دیا ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے مقامات پر مجھ سے تسامح ہوا ہوگا،

فرمایا شاہ صاحبؒ تو علم کے بحر بیکراں تھے، اپنے استاذ حضرت شاہ صاحبؒ کا نام انتہائی عقیدت و محبت سے لیتے تھے، ان کی زندگی کا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ پنجاب کے کسی شہر میں تشریف لے گئے، تقسیم سے پہلے پنجاب میں مدارس و علماء کا بڑا سلسلہ تھا، پچاس ساٹھ علماء نے یہ طے کیا کہ مختلف فن کے سوالات الگ الگ کئے جائیں، مقصود استفادہ ہی تھا چنانچہ شاہ صاحبؒ کے سامنے پیش کئے گئے تو سب کو سنتے رہے اور آخیر میں بالترتیب سب کے جوابات اس طرح دئے لوگ حیرت زدہ تھے، شاہ صاحبؒ بہت سے علوم بیان فرماتے تھے جو کتابوں میں نہیں ملتے، میں نے عرض کیا کہ یہ بات کیسے حاصل ہو سکتی ہے، فرمایا کہ وہ فہم سلیم ہے جو کسی خاص بندے کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ودیعت کیا جاتا ہے بخاری کتاب العلم کی روایت ہے، حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ هل عندكم كتاب قال لا الا كتاب الله او فهم اعطيه رجل مسلم او ما في هذه الصحيفة الخ۔ فہم سلیم ہے جو کسی خاص مسلم بندہ کو عطا کیا جاتا ہے، اور یہ فہم سلیم پیدا ہوتا ہے، تقویٰ سے، حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں جب کوئی عالم آتا تو ان کا چہرہ کھل جاتا تھا، امراء و حکام کی ملاقات سے کچھ زیادہ بشاشت نہیں رہتی تھی،

بقیہ ص پر

مکتوب امریکہ

۲

بحمد اللہ بخیر ہوں امید کہ مزاج بخیر ہونگے آپکے رسائل مل رہے ہیں عنایت ہے اور نوازش بھی! میں نے سوچا تھا کہ کچھ آپکے رسائل کیلئے لکھوں لیکن یہاں کی مصروفیات اور پروگرام ایسے تو بہ! دم مارنیکی فرصت نہیں۔ P. h. D. کیا ہے قیامت صغریٰ ہی سمجھیں، فرانسیسی اور المانی زبانیں پڑھنا اور امتحان پاس کرنا ضروری ہے فرانسیسی زبان کا امتحان تو پاس کر چکا اب المانی (جرمنی) زبان کا مرحلہ درپیش ہے، خاصی مشکل زبان ہے دعا فرمائیں کہ ان مراحل سے گذر جاؤں تاکہ کچھ اپنے قدیم اور محبوب ادارے کی خدمت کر سکوں، ویسے انگریزی مضامین انشاء اللہ فرصت ملتے ہی ارسال خدمت کروں گا۔

ہماری اسلامی تحریک یہاں چل رہی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ رمضان شریف میں تراویح کا نظم بھی کروں گا۔ غالباً میں نے آپ کو گذشتہ خط میں لکھا تھا کہ ہارورڈ اسلامک سوسائٹی کا صدر مجھے منتخب کیا گیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ ہندو پاک کا مسلمان آج بھی تمام عالم اسلام کے مسلمانوں سے بہتر اور اچھا ہے۔ اس کا تجربہ یہاں آکر مجھے اور بھی شدید ہو گیا۔

نمازوں میں کثرت انھیں دو ممالک کے افراد کی ہوتی ہے، دیگر ممالک اسلامیہ کے افراد نام ہی کے مسلمان ہیں۔

رمضان کا پروگرام غالباً اب "تعمیر حیات" میں شائع کریں گے۔ گرچہ امریکہ میں اس سے مختلف اوقات ہوں گے۔ یہاں کی مرکزی جماعت واشنگٹن میں ہے وہاں سے اطلاعات آتی رہتی ہیں۔

ترکی میں اسلام پسند جماعت کی کامیابی پر ہم نے ہارورڈ اسلامک سوسائٹی کی جانب سے مبارک باد کا تار دیا تھا، آج وزیر اعظم ترکی کا جواب پر جوش شکرانہ کے ساتھ موصول ہوا ہے۔

والسلام

حبیب الحق ندوی

ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ۔

صوفیاء کرام کا فلسفہ حیات

از محمد منصور خان نعمانی

اسلامی عقائد و معاملات اوامر و نواہی کو زندگی میں برتنے کا نام تصوف ہے، تصوف سے مادی، روحانی، اخلاقی سماجی اقدار بلند ہوتی ہیں تصوف انفرادی تزکیہ نفس کا متقاضی ہے جس طرح وہ اپنا علمی اصلاح و تربیت کا طالب ہوتا ہے ایک کامل و مکمل صوفی باصفا گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر ریاضت و مجاہدہ تزکیہ نفس کے مراحل طے کرتا ہے وہ غیر فطری مادی لذتوں سے اعراض کر کے یاد الٰہی میں معروف ہو جاتا ہے لیکن اس کی یہ معروفیت خشک و بے مزہ نہیں ہوتی جیسا کہ اس کے ذوق و جستجو کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنی تلاش اور جد و جہد میں کسی ایک منزل پر نہیں ٹھہرتا بلکہ وہ نئے مقامات دریافت کرتا ہوا ان کو طے کرتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ عالم آب و گل کی حدود سے نکل کر روحانی لالہ زاروں کی سیر کرتا ہے اور اس عالم کے حسین و پر کیف مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہے، پھر وہ کتنی روحوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور دلوں کی تازگی اور حرارت ان کی تب و تاب جاودانہ کا نتیجہ ہوتی ہے، عزم و یقین کی جو شعلیں وہ فروزاں کرتے ہیں ان کی روشنی میں بھٹکے ہوئے قافلوں کی منزل کا سراغ ملتا ہے ان کے ذوق پر حسن منزل کے نت نئے راز آشکارا کرتا ہے ــــ روحانیت کے اس مجاہدہ کا یہ ذوق عمل دوسروں کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے چراغ سے چراغ جلتا ہے ایک صوفی صافی مرد خدا کا خاموش طرز عمل سینکڑوں انسانوں کا رہنما بن جاتا ہے، وہ بھی اسی طرح تصوف و روحانیت کی منزلوں پر گامزن ہو جاتے ہیں ــــ روحانی چراغوں کی یہ روشنی پھیلتی رہتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ ہمارا سوسائٹی کی مادی کثافتوں، بےہودہ جرائم، حیا سوز فحش، فسق و فجور کی زندگی سے پاک ہو کر آئینہ کی طرح صاف و شفاف ہو جاتی ہے، پیغمبران کرام نے اپنے نور نبوت سے ان انسانوں کو جو صدیوں کی گمراہی کی وجہ سے قعر مذلت میں پڑے ہوئے تھے اخلاق کی معراج پر پہونچایا اور ثریا کے ہمنشیں بٹھایا، ماہ و انجم سے ملایا اور بڑھ کر حیوانیت و بہیمیت سے نکال کر انسانیت عظمیٰ کی سطح اعلیٰ پر لاکھڑا کیا۔

پیغمبران کرام جن عظیم مقصد کو لیکر آئے تھے امت محمدیہ کے برگزیدہ بندوں نے پیغمبران کرام کا یہ فرض انجام دیا

"تعمیر حیات" (رئیس شاکری)

فرش سے تا عرش ہے تشہیر تعمیر حیات
دیدنی ہے جلوۂ توقیر تعمیر حیات

لاکھ ہونٹوں پر ہے تکبیر تعمیر حیات
دل میں رہتی ہے مگر تقریر تعمیر حیات

نقش دل بنجاتی ہے تحریر تعمیر حیات
اللہ اللہ دیکھئے تاثیر تعمیر حیات

ہو رہی ہے دونوں عالم میں انوکھی روشنی
قابل صد رشک ہے تنویر تعمیر حیات

ان سچے مسلمانوں کے نزدیک زندگی عبادت ہے، سعی پیہم ہے وہ زندگی کی طوفانی لہروں سے مقابلہ کرنے اور اپنی صحیح راہ تلاش کرنے اور اس پر گامزن ہونے کی تعلیم دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جب ایمان زبانی اقرار کے مراحل سے گزر کر قلبی تصدیق کی منزل میں قدم رکھتا ہے جو اس کے نتائج کردار کی قوت، سیرت کی پختگی اور اعمال کی پاکیزگی کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں، قلبی تصدیق کے بغیر ایمان کی حیثیت کاغذ کے اس پھول سے مختلف نہیں ہوتی جو روح میں بالیدگی پیدا کرنے والی خوشبو سے محروم ہوتا ہے ایمان چونکہ محبت ہے اور محبت محبوب کی راہ میں پیش آنیوالے خطرات سے دامن بچانے کی خوگر نہیں وہ خطرات میں کود پڑتی ہے تو اس کا حسن نکھرتا ہے اُسے نئی آب و تاب ملتی ہے اسکو حیات نو عطا ہوتی ہے، اور نئی آن بان کے ساتھ جلوہ گری کر کے قلوب کو اپنی طرف کھینچتی ہے، جب تک محبت خام ہو اندیشوں اور وسوسوں سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا اسکی تکمیل کی یہ علامت ہے کہ وہ خطرات سے بے نیاز ہو جائے اور اندیشے اس کے قریب نہ بھٹکنے پائیں جب ان کے سامنے سیل بے پایاں اُمڈ آئے تو ان سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جائیں، صحابۂ کرام کی محبت چونکہ سچی تھی اسلئے اندیشوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے، خطرات میں کود کر ان کی محبت نے معراج کمال حاصل کیا۔

صوفیاء کرام کا فلسفۂ حیات صبر و تحمل بردباری ہے، ان کے نزدیک وہی انسان کامیاب ہے اور نجات ابدی کا مستحق ہے جو غم و الم کی منزلوں سے گذر کر ابدی مسرت حاصل کرتا ہے ان کے نزدیک وہ انسان انسان کہلانے کا مستحق نہیں جو دنیاوی آفات و مصائب سے ہراساں و خائف ہو جائے اور دامن امید کو یا خدا کی کارسازی و کریمی کے تصور کو ترک کر دے، صوفیاء کرام کا عقیدہ ہے کہ زندگی کا لباس خوشی و الم کے تانے بانے سے ملکر تیار ہوا ہے لہذا ہر انسان کو لازمی و لابدی طور پر مصائب و شدائد سے گذرنا ہوگا، اگر کسی نے اس حیات تلخ کا مزہ چکھا نہیں تو وہ شخص لذت زندگی سے محروم رہتا ہے، وہ فلسفۂ حیات سے بالکل نابلد مرتا ہے ــــ جس طرح صوفیاء کرام کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں، اسی طرح ان کے اقوال احوال و کوائف بھی ہمارے لئے ــــ "سنگ میل" کا کام دے سکتے ہیں، اب اقوال زریں بھی سنتے چلئے اور ایمان کو تازہ کرتے رہئے؟

(۱) حضرت شیخ شبلیؒ نے ایک حکیم سے کہا کہ "مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی آپ کے پاس کوئی دوا ہو تو عنایت کیجئے" یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں معروف

تھا اس نے سر اٹھایا اور شبلی رح سے کہا کہ یہاں آؤ اس کی دوا میں بتاتا ہوں فرمایا ـــــ حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت کے پتے، ادب کی چھال، حسن و اخلاق کے بیج یہ سب لیکر ریاضت کے ہاون دستہ میں کوٹنا شروع کرو اور اشک پشیمانی کا عرق اس میں روز ملاتے رہو، ان سب دوا دل کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے پر پکاؤ، جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبانی کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا جس وقت تیار ہو کر اترے تو اس کو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا ـــ" حضرت شبلی رح نے جب اس مرد حق آگاہ کو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ غائب ہو چکا تھا۔

(مقاصد الصالحین)

(۲) حضرت شفیق بلخی رح کے عہد میں ایک مرتبہ قحط پڑا، لوگ انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں تھے، شفیق بلخی رح بازار سے گذر رہے تھے لوگوں کی پریشانی دیکھکر افسردہ و ملول تھے، اس عالم میں آپ کی نظر ایک شخص پر پڑی جو انتہائی خوش و خرم نظر آرہا تھا جس کے چہرے سے مسرت و شادمانی کی لہریں پھوٹ رہی تھیں اور پریشانی حیرانی کا نام و نشان تک نہ تھا حضرت شفیق بلخی رح نے اس سے پوچھا کہ قحط کا سیل بلا جو نازل ہوا ہے اس میں تجھ پر کچھ اثر نہ ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ شخص بولا کہ میں ایسے شخص کا غلام ہوں جو اپنے غلاموں پر بہت ہی زیادہ مہربان ہے وہ قحط میں مجھے بھوکا کیسے مرنے دیگا؟ یہ سنکر حضرت شفیق رہ مضطرب و بے چین کہ ایک غلام کا اپنے آقا پر ایسا بھروسہ ہے، حالانکہ اس کے آقا کی ملکیت میں صرف ایک گاؤں ہے، اور میرے آقا کی ملکیت میں دونوں جہان ہیں وہ مجھے کیسے بھوکا مرنے دیگا؟ شفیق بلخی رحہ اپنے مریدوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ میرا مرشد وہ غلام تھا جو مجھے قحط کے زمانہ میں لاتا تھا اور جس نے مجھے ہدایت کی شاہراہ دکھائی تھی (مسالک السالکین فی رحلۃ الواصلین جلد دوم صفحہ ۵۲۶)

(۳) امام حسن بصری رح جو اہل بیت کی موافقت کے جرم میں اموی حکام کے ظلم و ستم کے نشانہ بنے ہوئے تھے، ایک دن بھاگ کر حبیب عجمی رح کی خانقاہ میں چلے گئے حبیبؒ نے ان کو چھپالیا، حجاج بن یوسف ثقفی (جس کا ظلم و تشدد مشہور ہے) نے آکر پوچھا کہ حسن بصری کہاں ہیں؟ حبیبؒ نے جواب دیا کہ اندر ہیں، سپاہیوں نے اندر تلاش کیا لیکن وہ ناکام رہے تو انہوں نے حبیبؒ پر سختی شروع کردی کہ انہوں نے جھوٹ بولا لیکن حبیبؒ نے ان کو یقین دلایا کہ جھوٹ نہیں بولا حجاج کے سپاہ وغیرہ واپس ہوگئے تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے باہر نکل کر حبیبؒ سے کہا کہ اے خدا کے بندے! یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری برکت سے ان ظالموں سے محفوظ رکھا لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے ان کو میرا صحیح پتہ کیوں بتادیا؟ حبیبؒ نے جواب دیا کہ یہ حق گوئی ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان ظالموں پر ظاہر نہ ہونے دیا اگر میں جھوٹ بولتا تو دونوں خدا کے عذاب میں مبتلا ہو جاتے اور وہ ہمیں پکڑا کرلے جاتے اور ذلیل و خوار کرتے۔

. . . .

بڑا کرم منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام و خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں۔

. . . .

احسان رسول عربی

دل ایوبی ٹونکی

ذرہ ذرہ پہ ہے احسان رسول عربیؐ
ہیں دل و جان سے قربان رسول عربیؐ
کیوں نہ ہو دل سے ثناخوان رسول عربیؐ
اسکی تقدیر کے قرباں ہے میسر جس کو
مرتبہ ان کے غلاموں کا کوئی کیا سمجھے
مہر و مہ انجم و افلاک و ملک جن و بشر
اس نے اللہ کا دیدار حقیقت میں کیا
آنکھ اٹھاتے نہیں میخانہ ہستی کیطرف
حق کو پہچانے تو پہچان سکے ان کو کوئی
اے دل اللہ نے چاہا تو مدینے جاکر

اے خوشا مہر درخشان رسول عربیؐ
اے زہے شان فدایان رسول عربیؐ
ہم بھی ہیں بلبل بستان رسول عربیؐ
سایۂ گوشۂ دامان رسول عربیؐ
ہے سوا شاہ سے دربان رسول عربیؐ
ہیں سبھی تابع فرمان رسول عربیؐ
جسنے دیکھا رخ تابان رسول عربیؐ
کتنے خوددار ہیں مستان رسول عربیؐ
ورنہ ممکن نہیں عرفان رسول عربیؐ
ہم بھی ہونگے کبھی مہمان رسول عربیؐ

بقیہ: قرآن کا پیام

شان خسروی کے ساتھ ان کے سامنے نکلے گا اور ان کی طبیعت کی کمزوری سے نفع اٹھاتا ہوا ان کے ایمان اور صبر و ثبات کی قوت کو لوٹ لے جائے گا!

جماعت کی اہمیت اور اس کی تاکید

(عبید المختار انصاری)

نظام جماعت کے ذریعہ امت میں جو اتفاق و اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے اور روزانہ پنجوقتہ اجتماع اور بستی کی جامع مسجد کے ہفتہ وار وسیع اجتماع اور سال میں دو بار عیدگاہ کے وسیع اجتماع سے جو عظیم الفائدے اٹھائے جا سکتے ہیں ان کا سمجھنا آج ہر آدمی کے لئے آسان ہے

جماعت کی ان ہی برکات اور مصالح و منافع کی وجہ سے ہر شخص پر جماعت کی پابندی لازم قرار دی گئی ہے اور اس پابندی کے تقاضے بھی اسی قدر شدید ہیں۔ جماعت کی پابندی سے صرف معذور و مجبور کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اور جب تک اس پابندی پر پوری طرح عمل ہوتا تھا اسوقت تک سوائے منافق یا معذور کے ہر شخص جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا۔ اور جماعت میں کوتاہی کو نفاق کی علامت سمجھا جاتا تھا جیسا کہ ذیل کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے

عن عبد اللہ بن مسعود قال لقد رأیتنا وما یتخلف عن الصلوٰۃ الا منافق قد علم نفاقہ او مریض ان کان المریض لیمشی بین رجلین حتی یاتی الصلوٰۃ وقال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علمنا سنن الھدیٰ وان من سنن الھدیٰ الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ۔ وفی روایۃ ان اللہ شرع لنبیکم سنن الھدیٰ وانھن (ای الصلوات حیث ینادیٰ بھن) من سنن الھدیٰ، ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم ...... (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہم نے مسلمانوں کو اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت ڈھکی چھپی نہیں ہوتی تھی بلکہ عام طور سے لوگوں کو اسکی منافقت کا علم ہوتا تھا۔ یا کوئی بیچارہ مریض ہوتا۔ اور بعض مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور انہی سنن ہدیٰ میں سے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو جماعت سے نماز ادا کرنا بھی ہے اور ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اے مسلمانو تمہارے نبیؐ کیلئے اللہ تعالیٰ نے سنن ہدیٰ مقرر فرمائی ہے اور یہ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں ادا کرنا انہی سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ اور اگر تم لوگوں نے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنی جیسا کہ یہ آدمی جماعت سے الگ اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے۔ (اسوقت کسی خاص آدمی کی طرف اشارہ تھا) تو تم نے اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دیا اگر تم اپنے نبیؐ کی سنت کو ترک کر دوگے تو یقین جانو راہ ہدایت سے ہٹ کر گمراہی کے غار میں گر جاؤگے۔

دوسری حدیث میں اس سے سخت تاکید کی گئی ہے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس صلوٰۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حبوا لقد ھممت ان آمر المؤذن فیقیم ثم آمر رجلا یؤم الناس ثم آخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلوٰۃ بعد۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ کوئی نماز زیادہ بھاری نہیں ہے، اور اگر وہ ان کا اجر و ثواب جان لیتے تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوتے چاہے گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو حکم دوں کہ جماعت کی اقامت کہے، پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ میری جگہ امامت کرے اور میں خود آگ کے فتیلے کو ہاتھ میں لوں اور ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو اذان سننے کے بعد بھی گھروں سے نہیں نکلتے

اسی بارے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک لرزہ خیز ارشاد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ابن ماجہ میں مروی ہے، بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لینتھین رجال عن ترک الجماعۃ او لاحرقن بیوتھم

لوگوں کو چاہیے کہ وہ جماعت ترک کرنے سے باز آئیں نہیں تو میں انکے گھروں میں آگ لگا دوں گا۔

(کنز العمال ...... بحوالہ ...... ابن ماجہ)

دوستو!

عبد المنان تحم بہرائچی متعلم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دیکھو لہو کا رنگ گلستان ہند کو
کتنا حسین ہمنے بنایا ہے دوستو!

ماضی میں کیا تھی شان مگر انقلاب نے
پستی میں کسطرح سے گرایا ہے دوستو!

خون جگر سے سینچی گے گلشن کی کیاریاں
اسکو سدا بہار بنایا ہے دوستو!

جس نے چمن پہ ڈالی کبھی بھی بری نگاہ
خود مٹ گئے ہمنے اسکو مٹایا ہے دوستو!

احساں ہے اپنے اہل حکومت پہ بے حساب
پھر بھی ہمیں کو دل سے بھلایا ہے دوستو!

ہر ہر قدم پہ ساتھ دیا جنکا ہم نے حیف
ان دوستوں نے ہمکو ستایا ہے دوستو!

یہ وقت کی ہے بات کہ اعدائے ہند نے
ہم ہندیوں کو غیر بنایا ہے دوستو!

پیدا ہوئے یہیں پہ مرینگے یہیں پہ ہم
یہ عزم اپنے دل میں بسایا ہے دوستو!

بقیہ صہ ۹ کا

تمام اسلامی ممالک کو اولین اہمیت دیتا ہے، جہاں تک مرکز کی آزادی و خود کفیلی کا تعلق ہے تو وہ بلاشبہ ایک مستقل اور مطلق تنظیم ہے جو اپنے دستور اپنی مالیات اپنے پروگرام غرض اپنی ہر قسم کی سرگرمیوں میں پوری طرح آزاد و خود مختار ہے۔

چھٹا سوال:- اسلام کے ابدی حقائق اور اسکی دعوت کے جواب میں مغربی دنیا کا عام طور سے کیا رویہ رہتا ہے؟

جواب:- اس سے پہلے میں جن شذرات کی طرف اشارہ کر چکا ہوں، ان میں اور المسلمون کے تازہ نمبر میں بھی کسی جگہ اس سوال پر اچھی طرح روشنی ڈالی جا چکی ہے، اور اس وقت جب کہ اس دعوت حق کا عام طور سے استقبال کیا جا رہا ہے، اور حاسدوں کی فریب کاریوں اور جھوٹے پروپیگنڈے کے باوجود اس پیغام ربانی کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرکز اسلامی کی اہمیت کو جو دیار غیر میں پورے سکون کیساتھ سرگرم عمل ہے، خود اس کے اپنے وطن یعنی عالم اسلام میں زیادہ سنجیدگی کے ساتھ محسوس کیا جائے۔ ایسے مرکز خصوصاً ان مسلم طلباء کیلئے جو حصول تعلیم کی غرض سے یورپ آتے ہیں نہ صرف اہمیت رکھتے ہیں بلکہ ان کے لئے نہایت ضروری بھی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم دعوت و تبلیغ کی جتنی بھی کوششیں کرتے ہیں ان کا فائدہ بہت بڑی حد تک دنیا کے عام مسلمانوں اور یورپ میں جانے والے ان کے وفود کے حالات پر منحصر ہے، خصوصاً ان طلباء کے حالات پر جو اعلیٰ تعلیم کے لئے کئی کئی سال مغربی سوسائٹی کے قلب میں گذارتے ہیں اور اس کے مختلف حلقوں میں پوری طرح گھل مل کر اپنے ملک، اپنی اقدار اور اپنے عوام کیلئے اہم لیکن خطرناک غیر سرکاری نمائندے ثابت ہوتے ہیں۔ ان میں کے اکثر طلباء بلکہ تقریباً سب صحیح اسلامی طرز حیات اور تربیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں، نہ انھیں اپنے وطن اور اپنے خاندان میں اس طرز حیات سے سابقہ پڑتا ہے اور نہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت جلد اپنی رہی سہی اخلاقی و تہذیبی اقدار سے دست کش ہو جاتے ہیں کبھی کبھی وہ منزل بھی آجاتی ہے جب وہ سرے سے دین و مذہب ہی سے منکر ہو جاتے ہیں

ان طلباء کی اصلاح کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کے لئے اس غرض سے مختلف لیکچروں، کتابوں، رسائل، انجمنوں اور کیمپوں کا انتظام کیا جائے، فرصت کے اوقات میں ان کے لئے جائز دلچسپیوں کا سامان فراہم کیا جائے اور اس سلسلے میں اہم ترین ذریعہ یہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ذہنی و اخلاقی طور پر صالح عناصر کی ہمت افزائی کی جائے تاکہ یہ عناصر ان کے لئے نمونہ دلیل اور مثالی رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

اور اگر یورپ کے مسلم طلباء کے لئے ایسی رہائش گاہوں (ہوسٹلوں) کا انتظام کیا جا سکے جو اپنی صفائی ستھرائی، بلند اخلاقی معیار اور ایمانی فضا کی بنیاد پر اپنے رہنے والوں کو صحیح معنوں میں ایک بہترین اور مثالی ماحول عطا کر سکیں تو پھر شاید کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہے، اسلئے کہ درحقیقت ایک بہتر ماحول ہر قسم کی زبانی وعظ و نصیحت سے کہیں زیادہ مفید اور موثر ہوا کرتا ہے۔

میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر امریکہ و یورپ کے سعودی طلبہ کا خصوصیت سے تذکرہ کروں، کیا ہی اچھا ہو اگر سعودی وزارت تعلیم ان طلبہ میں سے ہر ایک کی طرف سے صرف پانچ ڈالر کا معمولی مالی تعاون اسلامی مرکز کو دے سکے تاکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ماہنامہ "المسلمون" اور سال میں چار دوسرے رسائل پابندی سے بھیجے جا سکیں، یہ رسائل چار میں سے کسی بھی دو زبانوں کے ہو سکتے ہیں، چاروں زبانیں عربی، انگریزی، فرانسیسی اور جرمنی ہیں۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مرکز سے شائع ہونے والے دوسرے پمفلٹ بھی جو ان کے مختلف ذہنی فکری اور سماجی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں

مغرب میں مقیم اپنے سینکڑوں طلبہ کے طرف سے سعودی وزارت تعلیم کا یہ تعاون ان طلبہ اور ان کی میراث اور عقائد کے درمیان بڑے تعمیری رشتے استوار کر سکتا ہے۔ اور یہ گمراہ کن اور مسخ شدہ مذاہب کے مفسدانہ پروپیگنڈے سے ان کے تحفظ کی دائمی ضمانت ثابت ہوگی جو مملکت سعودی عرب میں اسلام کے روشن مستقبل کے لئے فال نیک ہو سکتی ہے

ساتواں سوال:- اسلام کے متعلق جو کچھ بھی اب تک لکھا جا چکا ہے اس پر آپ کی دسترس بحث سے بالاتر ہے کیا اب ممکن ہے کہ نئی نسل کے نوجوانوں کو جن کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے ان کی طرف آپ کچھ اشارے فرمائیں؟

جواب:- یہ بہت سخت اور پیچیدہ سوال ہے، اس کے باوجود میں بعض ان کتابوں کا تذکرہ کئے بغیر نہ رہوں گا جن کا مطالعہ میرے خیال میں دعوت اسلامی کے طالبعلموں کو از بس ضروری ہے

تفسیر:- علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم کی چند سورتوں کی تفسیر، اسکے علاوہ تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، اور "فی ظلال القرآن"۔

حدیث:- صحاح ستہ (بخاری، مسلم، موطا، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

سیرت:- سیرت الرسولؐ کی تمام قابل اعتماد کتابیں۔

تاریخ فلسفہ:- ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین[1] مصنفہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی "الغارۃ علی العالم الاسلامی" مصنفہ استاذ سید مولانا محب الدین خطیب اور استاد مساعد الیافی "بروتوکولات حکماء صہیون"

تحریک اسلامی:- مذکرات الدعوۃ والداعیۃ اور "مجموعۃ الرسائل" مصنفہ امام شہید حسن البنا رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی صحافت:- ماہنامہ "المسلمون" اور ماہنامہ "البعث الاسلامی" یہ بعض وہ چند کتابیں ہیں جنکا مطالعہ خصوصیت سے نوخیز طلبہ کو مفید ہے اور جہاں تک اہل علم کا تعلق ہے جنکا معیار ان طلبہ سے کہیں بلند ہے تو میں خود ہی ان کے قیمتی مشوروں کا خواہاں رہتا ہوں۔

[1] اس کا اردو ترجمہ "عروج و زوال کا اثر" کے نام سے شائع ہو چکا ہے

محمد الحسنی پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے شاہی برقی پریس لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

بچوں کے لئے۔!

"ماہِ شعبان اور مدرسے کا لڑکا"

محمد ایوب
ضمیر
قاسمی
بارہ بنکوی

عربی مدارس میں ۱۵ شعبان سے ۱۰ شوال تک عموماً تعطیل رہتی ہے ۱۲ "ضمیر"

مرحبا اے ماہِ شعباں مرحبا — دیکھکر تجھکو میں بیحد خوش ہوا
اب خدا نے چاہا تو گھر جائینگے — اپنے بیگانوں سے دل بہلائینگے
ابا اماں منتظر ہونگے مرے — دیکھکر خوش ہونگے سب چھوٹے بڑے
کچھ کتابیں چھوٹے بھائی کیلئے — لیکے جاؤنگا اگر پیسے ہوئے
مدرسہ میں جو بھی سیکھے ہیں ادب — گھر میں برتونگا میں جا کر کے سب
پنجوقتہ اپنی مسجد جاؤں گا — اور بچوں کو بھی مسجد لاؤں گا
چھوٹی چھوٹی سورتیں سکھلاؤنگا — کچھ دُعائیں بھی اُنھیں بتلاؤنگا
میں بتاؤنگا اُنھیں خلق نبیؐ — میں کھاؤنگا اُنہیں حُسنِ خلق نبیؐ
میں نہ بچوں پر کبھی چلاؤں گا — اُنکو آہستہ سے میں سمجھاؤں گا
میں نہ ٹالوں گا کہا ماں باپ کا — اُنکی ہر مرضی پہ میں جھک جاؤنگا
میں بڑوں کا دل سے مانوں گا کہا — ہے طریقہ بھی یہی اسلام کا
میں پڑھونگا صبح کو آموختہ — تا نہ ضائع ہو مرا اندوختہ

ختم کر کے چھٹیاں پھر آؤں گا
پڑھنے لکھنے میں یونہی لگ جاؤنگا

حالاتِ دار العلوم

سالہائے گذشتہ کی طرح امسال بھی درجۂ فضیلت سے فارغ ہونے والے طلبہ (جن کی تعداد ۱۸ ہے) کے اعزاز میں ایک عام جلسہ الوداعی جمیعۃ الاصلاح (جمالیہ) ہال میں ۲۰ نومبر ۱۹۶۵ء کو حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی صدارت میں ہوا۔

جلسہ کا آغاز حافظ احمد ابراہیم وینداز افریقی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ طلبائے دار العلوم سے فارغ ہونیوالے طلبہ کی خدمت میں پیام تہنیت پیش کرتے ہوئے شفیق شیرانی (متعلم درجۂ نہم) نے ایک پر اثر مقالہ پڑھا۔ رخصت ہونیوالے متعدد طلبہ نے اپنے تاثرات و تجربات بیان کئے۔ اسکے بعد صدر جلسہ حضرت مولانا علی میاں مدظلہ نے ایک مختصر اور جامع تقریر فرمائی جس میں اہل دل سے گہری وابستگی، کشتی بلند اور معیاری اسوہ کو پیش نظر رکھنے، اور اپنے نفس کا ہمہ وقت احتساب کرتے رہنے کی ضرورت و اہمیت پر بالخصوص زور دیا۔ (مفصل تقریر تعمیر حیات کے اسی شمارہ میں ابتدائی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔)

نیاز رشیدی (متعلم درجۂ ششم) نے ایک طویل نظم پیش کی جسکے بعض اشعار یہ ہیں

زہے قسمت کہ پھر امسال گلشن میں بہار آئی
گل صد رنگ طلشت گل میں بوئے خوشگوار آئی

سرِ میدان "ندوہ" آج ہے کیسا سماں دیکھو
کہ ہر جانب بہر گوشہ بہارِ مشکبار آئی

یہ وہ جا ہے جہاں تکمیل ہوتی ہے روایت کی
یہ وہ مرکز ہے ہوتی ہے جہاں تکمیل غایت کی

یہ وہ سانچہ ہے جسمیں ڈھلتے ہیں پتلے فضیلت کے
یہ وہ آئینہ ہے جس میں عزائم ہیں مشیت کے

یہیں پیمانۂ انسانیت ملتا ہے انساں کو۔!
یہیں ملتی ہے وہ روحانیت بھی اہل ایماں کو

آخر میں ایک پر تکلف عصرانہ دیا گیا جسمیں فارغین اور دار العلوم کے حضرات اساتذہ کے علاوہ جملہ شعبہ ہائے متعلقہ کے تمام حضرات نے شرکت فرمائی۔ فضیلت سے فارغ ہونے والے طلباء کے نام درج ذیل ہیں۔ اسکے علاوہ جو عالمیت سے فارغ ہوئے اُن کی تعداد ۳۵ ہے

۱	محمد عمر صاحب	تلہر بمبئی	۱۰	منظور احسن صاحب	اعظم گڈھ
۲	سید احمد صاحب	برار	۱۱	محمد سلیمان صاحب	پورنیہ
۳	عبد الرحمن صاحب	حیدرآباد	۱۲	محمد عثمان صاحب	لکھنؤ
۴	عبد الرحیم صاحب	گونڈہ	۱۳	معروف الفاضلی صاحب	کشمیر
۵	محمد عون "	تھائی لینڈ	۱۴	عبد الباری صاحب	گونڈہ
۶	عبد الغفار "	شولاپور	۱۵	حبیب اللہ صاحب عمری	بنگلور
۷	غیاث الدین "	پورنیہ	۱۶	سید بشیر الدین صاحب	ایوب محل (ناگپور)
۸	شہید الحق "	سیوان	۱۷	سید سمیع اللہ حسینی صاحب	پرتور
۹	ذکی الدین "	مُغاسکر (افریقہ)	۱۸	اشفاق عالم اصلاحی صاحب	راجگیر